

عشق سیریز

# اسکیپ گری

منظہر کلیم ایم اے

پاکستانی پوائنٹ

عراق سیریز

# اسکیپ گرنے

منظرہ کلیم ایم اے

یوسف برادرز پاک گیٹ  
مستانے

اس کہانی میں مجرموں نے عمران اور پورمی سیکرٹ سروس کو اپنی انگلیوں پر ناپنے پر مجبور کر دیا۔

طاقت، عقل، ذہانت، تیزی، طراری اور عیاری میں یہ مجرم عمران اور سیکرٹ سروس سے کسی ہاتھ آگے رہے۔ لیکن عمران کی ریڈی میا کھوپڑی ہر موقع پر سننے لگی کھلانے کی عادی رہی ہے۔ اور اس با بھی اس نے ایسے گل کھلانے کی یہ خطرناک اور عیار مجرم آخر کار زیرِ دام آ ہی گئے۔ مگر کیسے.....؟

اس کا جواب اس ناول کے صفحات پر پھیلے ہوئے الفاظ ہی دے سکتے ہیں۔ ان الفاظ میں سمویا ہوا روگئے کھڑے کر دینے والا سپینر اعصاب کو چٹخا دینے والا ایکشن اور دل کی عمیق گہرائیوں میں اتر جانے والا مزاج جو چہروں پر مسکراہٹوں کے گلاب کھلا دیتا ہے۔

یہ سب کچھ آپ کو اس کہانی کی سرسبز میں جگمگاتا ہوا ملے گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ناول بہر لحاظ سے آپ کی توقعات پر پورا اترے گا۔

وَالسَّلَامُ

مخلص  
منظر ہر کلیم ایم اے

صبح ہو چکی تھی۔ تمام افراد گھروں سے نکل کر دفاتر اور دوکانوں کا رخ کر رہے تھے۔ دارالحکومت میں چہل پہل کا آغاز ہو چکا تھا۔ کراچی ایک بڑے دارالحکومت کی طرح اس اخبار فروشوں کی آوازوں سے گونج اٹھیں۔ اخبار فروش بیچنے رہے تھے۔

رات بلکہ عام میں صدر مملکت کے سر سے ٹوپی اتار لی گئی۔ مجرم گرفتار نہیں ہو سکے تفصیلات کے لئے اخبار پڑھیے۔ اخبار پڑھیے ہا کر بیچ رہے تھے۔ اور پھر دارالحکومت میں موجود ہر شخص اس عجیب و غریب خبر کی تفصیلات پڑھنے کے لئے بے چین تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد تمام دارالحکومت میں اسی خبر پر تبصرے ہو رہے تھے۔ چرمیکوئیاں جو رہی تھیں۔

عمران ڈرائنگ روم سے نکل کر ڈرائنگ ٹیبل پر بیٹھا اور پھر اس نے میز پر موجود اخبار اپنی طرف کھینچا۔ اور پھر جیسے ہی اخبار کی

سینڈیٹ پر اس کی نظر پڑی۔ وہ چونک پڑا۔ بے اختیار اس کے  
پہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

شرفی تھی ہی ایسی۔ "جلسہ عام میں صدر مملکت کے سر سے ٹوپی  
غائب ہو گئی۔" اور پھر عمران نے خبر کی تفصیلات پڑھنی شروع کر دیں۔  
لکھا تھا۔ (شفات رپورٹر) رات دارالحکومت کے کہنی باغ میں صدر  
مملکت نے ایک عظیم الشان جلسہ عام کی صدارت فرمائی۔ جب وزیر اعظم  
جلسے سے خطاب فرما رہے تھے تو اچانک سیٹج کے قریب ایک دخت  
سے ایک آدمی نے پھلانگ لگائی اور وہ سیٹج پر آگرا۔ اس سے پہلے کہ  
اس اچانک افتاد پر لوگ سنہلے اس آدمی نے صدر مملکت پر چھٹا مارا اور  
ان کے سر سے ٹوپی اتار کر سیٹج سے نیچے اتر گیا۔ جب سیکورٹی پولیس اور  
دیگر حکام اس کے پیچھے دوڑے تو وہ ٹوپی سمیت غائب ہو چکا تھا۔ اس  
عجیب و غریب واقعے کے بعد صدر مملکت نے جلسہ عام منسوخ کر دیا اور  
اٹھ کر چلے گئے۔ پولیس معزوف تفتیش ہے۔ مگر اب تک منجم گرفتار ہو  
سکا ہے اور نہ ہی اس عجیب و غریب حرکت کی کوئی توجیہ سمجھ میں آئی  
ہے۔ مزید تفصیلات کا انتظار رہے۔"

عمران نے اخبار دوبارہ میز پر رکھ دیا۔ اور اپنے سر پر ہاتھ پھرنے  
لگا۔ واقعی عجیب و غریب خبر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے مذاق  
کیا ہو۔ مگر مذاق والی بات کچھ سچ نہیں رہی تھی۔ بہر حال جو کچھ بھی  
ہوا بڑا دلچسپ تھا۔ اتنے میں سلیمان ناشتہ کی ٹرائی دھیکتا اندر داخل  
ہوا۔ اور پھر اس نے ناشتہ میز پر ترتیب سے رکھ دیا۔ عمران خاموش  
بیٹھا اسی خبر کے متعلق سوچ رہا تھا۔ سلیمان کے جانے کے بعد وہ چونکا

اور اس نے ناشتے کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ اسی لمحے تپائی پر رکے ہوئے  
ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔

یہ کون صبح صبح دخل درناشتہ کرنے آگیا۔ عمران نے بڑبڑاتے  
ہوئے رسیور اٹھایا۔

"ہیلو۔ میں سلطان بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے  
سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"بولتے رہیے۔ اس وقت تک جب تک میں ناشتہ نہ کر لوں۔"  
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران بیٹے۔ ناشتہ بعد میں کرنا۔ پہلے اخبار دیکھ لو۔"  
دوسری طرف سے سر سلطان نے کہا۔

"کیوں۔ کیا اخبار میں کسی خوبصورت لڑکی کے لئے ضرورت  
رشتہ کا اشتہار موجود ہے۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"ارے نہیں۔ بڑی دلچسپ خبر ہے۔ صاحب صدر کے سر  
سے رات جلسہ عام میں ٹوپی اتار لی گئی ہے۔" سر سلطان نے کہا۔ ان  
کے لہجے سے شوخی صاف نمایاں تھی۔

"تو کیا ہوا۔" صدر مملکت کوئی غریب آدمی تو نہیں ہے کہ  
دوسری ٹوپی نہ خرید سکیں۔ اگر ایسا ہے بھی سہی تو عوام پر ٹوپی  
فیکس لگائیں۔ ایک ٹوپی تو کیا ایک لاکھ ٹوپیاں آجائیں گی۔" عمران  
نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دوسری طرف سے سر سلطان کے بننے

کی آواز سنائی دی۔  
"تم مذاق کر رہے ہو اور یہاں صدر مملکت نے پوری مشینری کا

لگاؤ اور اس حرکت کی اصل وجہ معلوم کرو۔“ سرسلطان نے کہا۔  
 ”میرا خیال ہے اب مجھے ناشتہ کے بعد خود کشتی کر لینا چاہیے کیونکہ  
 نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ سیکرٹ سروس اب ٹوپی چورن کو گرفتار  
 کرتی پھرے۔“ عمران نے جواب دیا۔  
 ”تم خود کشتی نہ کرو بلکہ میرے پاس آ جاؤ۔“ سمجھے اچھے بیٹے۔“  
 سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر درابطہ منقطع ہو گیا۔ وہ رسیور  
 رکھ چکے تھے۔

عمران نے رسیور رکھ دیا اور ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتہ کرنے  
 کے ساتھ ساتھ وہ سوشل رہا تھا کہ یہ معاملہ جو نپٹا ہر بالکل معمولی اور مذاق  
 معلوم ہو رہا ہے اس کی تہہ میں کوئی گہری سازش بھی ہو سکتی ہے۔ جو مجرم  
 اس طرح جلسہ عام میں یہ حرکت کر سکتا ہے۔ اس کے ہاتھ یقیناً لئے  
 ہوں گے اور ہو سکتے ہیں کہ یہ حرکت صرف توہم حاصل کرنے کے لئے کی گئی  
 ہو۔ کیونکہ عمران اپنی زندگی میں ایسے بے شمار مجرموں سے ٹکرا چکا تھا جو  
 نفسیاتی طور پر ریلیف پلسٹی کے لئے عموماً بید شائق ہوتے ہیں۔ اور اپنی  
 پلسٹی کے لئے عموماً ایسی دلچسپ حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ اس واقعہ کو سامنے رکھ کر مجرم حکومت کو ملوک  
 میل بھی کر سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے ٹوپی چرآن کے معمولی واقعہ کسی خوفناک  
 سازش کی پہلی کڑی ثابت ہو۔

ناشتے کے ساتھ ساتھ عمران کا دماغ بھی تیزی سے سوچنے میں مصروف  
 تھا جب ناشتہ ختم ہوا تو عمران کا ذہن اس نتیجے تک پہنچ چکا تھا کہ جلد  
 ہی اس کا کسی ستم ظریف اور منحرف مجرم سے واسطہ پڑنے والا ہے۔

ناظرہ بند کر رکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر اس طرح ٹوپی اتاری جا  
 سکتی ہے تو انہیں قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔“ سرسلطان نے کہا۔  
 ”یہ بات تو درست ہے۔ دیے اس پر سرکاری حکام کی طلبی کی جائے  
 صدر مملکت کو نماز شکرانہ ادا کرنی چاہیے بلکہ اپنی جان بچنے کی خوشی میں  
 پورے ملک میں سرکاری چیٹی کا اعلان کر دینا چاہیے۔“ عمران نے کہا اور  
 سرسلطان ایک بار پھر ہنس پڑے۔

”بہر حال مذاق ایک طرف۔ یہ معاملہ مجھے بے مدد مملکت نظر آ  
 رہا ہے۔ اس حرکت کا اعادہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ تم خود سوچو اس خبر سے  
 پوری دنیا میں ہمارے حفاظتی نظام کا کتنا مذاق اڑایا جا سکتا ہے“  
 سرسلطان نے سنجیدگی سے کہا۔

”تو اس کا یہ سادہ سا داخل ہے کہ صدر مملکت آئندہ ٹوپی پہنا ہی نہ  
 کریں۔ نہ ٹوپی ہوگی نہ دوبارہ کوئی اسے اتار سکے گا۔ دیے بھی ٹوپی پہننا  
 آؤٹ آف فیشن ہے۔ آج کل تو لوگ نماز پڑھتے وقت ٹوپی پہننے کا  
 تکلف نہیں کرتے۔ صدر مملکت خواہ مخواہ سر پر بوجھ لادے پھرتے ہیں۔“  
 عمران نے جواب دیا۔

”تمہیں شاید بے حد محک لگے۔ اس لئے تم سنجیدہ نہیں ہو رہے۔  
 اچھا تم ناشتہ کرو اور پھر سیدھے میرے پاس آؤ۔ باقی بات چیت وہیں ہوگی۔“  
 سرسلطان نے کہا۔

”تو کیا آپ کا مطلب ہے کہ صدر مملکت کے سر سے ٹوپی میں نے اتاری  
 ہے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجہ بناتے ہوئے کہا۔  
 ”یہ تو میں نے نہیں کہا۔ البتہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ تم اس مجرم کا کھوج

شاید اس لئے اس نے اپنا نام بھی اسکیپ کرے یعنی شیطان رکھا ہوا تھا۔  
بہر حال وہ اسم باسکی تھا۔  
”جان سپیکنگ باس“۔ دوسری طرف سے ایک سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

”رپورٹ ———“ باس نے چھاؤ کھانے والے لمبے میں کہا۔  
”باس ——— ہم کامیاب رہے ہیں ——— صدر مملکت کی ٹوپی اس وقت مجھے قبضے میں ہے ——— مزید ہدایات دیں۔“ جان نے بتایا۔

”گڈ ——— اب ایسا کرو کہ وہ ٹوپی پیک کر کے بذریعہ ڈاک اپوزیشن لیڈر مسٹر چاولہ کو روانہ کر دو اور اس سال کتنہ کی جگہ اس کے بھائی کا پتہ لکھ دینا۔“ یہ کام ابھی ہو جانا چاہیے تاکہ کل صبح کی ڈاک سے ٹوپی مسٹر چاولہ کو وصول ہو جائے۔“ گرسے نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔  
”بہتر جناب ——— میں ابھی یہ کام کر دیتا ہوں۔“ جان نے جواب دیا۔

”او۔ کے۔“ گرسے نے کہا اور پھر ریسپورڈیوں کی ٹیل پر بٹنا بیسے وہ اس سے بڑی طرح بیزار ہو چکا ہو۔

ریسپورڈینے کے بعد اس نے میز کے کونے پر لگا ہوا ہٹن دیا۔ چند لمحوں بعد ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اور مؤذنہ انداز میں سر جھجکا کر کھڑا ہو گیا۔

”جی ———“ کل اپوزیشن لیڈر مسٹر چاولہ کو صبح کی ڈاک سے ایک پارسل ملنا ہے ——— تم نے اس ایریا کے پورٹ مین کا تاقب کرنا ہے

اس کے ساتھ ساتھ اسے اچھی طرح علم تھا کہ بظاہر مسخرانہ حرکتیں کرنے والے مجرم دراصل کتنے ظالم اور خوفناک ہوتے ہیں۔ وہ ہنسی ہنسی میں سیکنڈوں آدمیوں کا خون کڑھالتے ہیں۔ ملک تباہ کر دیتے ہیں۔ مگر ان کے چہروں سے مسکراہٹ نہیں ہلتی۔

ناشتے کے بعد عمران نے ہاتھ دھوئے اور رومال سے منہ صاف کر کے فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ سر سلطان کے پاس تو اسے جانا ہی تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد اس کی کار سر سلطان کے دفتر کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔



”ہیلو ——— اسکیپ گرسے سپیکنگ“۔ او بیٹر مگر قوی البوٹ آدمی نے کرخت لمبے میں کہا۔ اس کا چہرہ حد سے زیادہ خوفناک تھا۔ بالائی ہونٹ کٹا ہوا تھا۔ اس لئے دانت صاف نظر آ رہے تھے۔ پیشانی کے درمیان سے بالائی ہونٹ تک زخم کا گہرا نشان تھا۔ اس نشان کی وجہ سے اس کا چہرہ دو برابر حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں مہرخی چھائی ہوئی تھی۔

بہر حال اس آدمی کا چہرہ اچھے دل گردے کا آدمی بھی دیکھ کر ایک بار تو لرز کر رہ جاتا تھا۔ چہرے سے شیطنت و مکاری صاف ٹپکتی تھی۔ اور

کمرے کے واپس مل گئی۔

اس کے جانے کے بعد گرسے نے طویل سانس لیا۔ اس کے چہرے پر قدسے مسکراہٹ کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔ اس سے اس کی صورت اور بھی زیادہ بھیاںک ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ کرسی سے اٹھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔ اب وہ ایک چھوٹی سی راہداری میں موجود تھا۔ جو چند قدم بعد ہی دائیں طرف منہ لگئی تھی۔ پھر جیسے ہی گرسے دائیں طرف مڑا، سامنے ایک دروازہ تھا جس کے باہر شین گن بردار ایک باوردی جو کیدار کھڑا تھا۔

گرسے کو سامنے دیکھ کر وہ فوجی انداز میں اٹن شن ہو گیا مگر گرسے اسی طرح گردن اکڑائے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کے دروازے کے قریب پہنچتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا اور گرسے اندر بڑھتا چلا گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔

یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا۔ جو ہر قسم کے ساز و سامان سے غالی تھا مرن ایک کونے میں ایک دیو میکل آہنی الماری موجود تھی۔ گرسے سیدھا اس الماری کے پاس پہنچا۔ اس نے جیب سے ایک میٹا باکس نکالا اور پھر باکس کے کونے سے ایک پتلی سی راڈ باہر کھینچی۔ راڈ کے آخری سرے پر ایک گھنڈی سی جی ہوئی تھی۔ اس نے وہ گھنڈی الماری کے درمیان میں بنے ہوئے سوراخ میں داخل کی اور پھر باکس کا مین دبا دیا۔

چند لمحوں تک گھر گھر کی آوازیں آتی رہیں۔ پھر ایک دو دفعہ کلک کی آواز پیدا ہوئی اور گرسے نے مین آف کر کے راڈ باہر نکال لی

جب وہ پارلر میں جاؤ کہ کوئی اور ہو جائے تو تم کسی بھی پہلک ہو تھے سے انکی جنس کے ڈائریکٹر سر رحمان کوٹلی فون کر کے یہ بتلانا ہے کہ صدر مملکت کی ٹوپی اپوزیشن لیڈر مسٹر جاوید کے دفتر میں موجود ہے۔ وہ اسے وہاں سے برآمد کر سکتے ہیں۔ گرسے نے جی کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ ”بہتر جواب۔۔۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔“ جی نے سہجے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ اب دفعہ ہو جاؤ۔“ گرسے نے کرسٹ لہجے میں کہا اور جی مڑ کر یوں تیز سی سے کمرے سے باہر نکلا جیسے موت اس کا تعاقب کر رہی ہو۔

جی کے واپس جانے کے بعد گرسے چند لمحے خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک اور مین دبا دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک انتہائی خوبصورت لڑکی نیم عریاں لباس میں اندر داخل ہوئی۔ اس کا انداز بھی سہما سہما تھا۔ جیسے وہ گرسے کی بجائے ملک الموت کے سامنے حاضر ہوئی ہو۔

”الزبتھ۔۔۔ تم اوپور کے پاس جاؤ اور اسے میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ تمہاری اور پرائم منسٹر کی عریاں تصاویر اس بھارت سے بنائے کہ اصل کا گمان ہو۔۔۔ تصاویر قطعی فیش ہونی چاہئیں۔۔۔ چار پانچ پوز ہونے ضروری ہیں اور پھر ان تصاویر کی دس ہزار کاپیاں تیار کرنا کہ وہ مجھے پہنچائے۔۔۔ یاد رکھو اگر تصاویر ٹھیک نہ ہوں تو تم دونوں دوسرا سانس نہیں لے سکو گے۔۔۔ جاؤ۔“

گرسے نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور الزبتھ مودبانہ انداز میں سلام

راڈ دوبارہ تہہ کر کے اس نے باکس جیب میں ڈال لیا اور الماری کا بینڈل گھمایا۔ الماری کے پٹ کھلتے چلے گئے۔ الماری کے اندر مضبوط لوہے کی تاروں کے بنے ہوئے چوڑے باکس رکھے ہوئے تھے اور ان سب باکسز میں مختلف قسم کے سانپ لیٹے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کافی بڑے باکس میں گہرے زرد رنگ کا ایک پتلا سا سانپ موجود تھا۔

گرے نے باکس کی سلاح پر اپنی انگلی کو زور سے مارا اور دوسرے لمحے سانپ نے تیزی سے سر اٹھایا اور اس نے سلاح سے اپنا سر اٹھوڑا دیا۔

”خوب — تو تم کام کرنے پر آمادہ ہو دوست“ — گرے نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر باکس کے کونے کی سلاح کو اٹھوٹے سے دبا یا۔ سلاح دیتے ہی باکس کا ڈھکنا خود بخود اٹھتا چلا گیا۔ گرے نے اس کے اندر ہاتھ ڈالا اور سانپ کو گردن سے پکڑ کر باہر نکال لیا۔ سانپ نے اس کی گرفت میں تڑپنا یا ہا مگر گرے کی گرفت اتنی سخت تھی کہ اس کو تڑپنے کی مہلت بھی نہ ملی اور وہ کسی حیرت کچھوے کی طرح اس کے ہاتھ میں لٹکتا رہ گیا۔

گرے نے اپنا منہ کھولا اور دھڑ دھڑ سے ہاتھ سے سانپ کے بڑوں کو مخصوص انداز میں دبا یا۔ سانپ کے منہ سے زرد رنگ کے لہر کے چند قطرے اس کے منق میں لپکے اور گرے نے ایک بھر جھری سی ایلیک سانپ کو دوبارہ باکس میں بیٹھ دیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے ڈھکن بند کر دیا۔

اس کا چہرہ شروع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ایسا محسوس ہوا جیسا کہ اس کے تمام جسم کا خون اس کے چہرے پر اکٹھا ہونا شروع ہو گیا ہو۔

گرے نے الماری بند کی اور پھر واپس مڑا۔ دو چار قدم چلنے کے بعد وہ قدامت سے لڑکھڑایا مگر پھر سنبھل گیا اور دروازہ اس کے قریب پہنچے ہی کھل گیا۔ اس وقت تک اس کے چہرے کے عضلات پھڑکنے شروع ہو گئے تھے۔ آنکھیں غول کو تڑکی طرح سرخ ہو چکی تھیں۔

باہر نکل کر وہ چوکیدار کے قریب رک گیا۔ چوکیدار اٹن شی کھڑا تھا البتہ اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔ کیونکہ گرے جیسے آدمی کا اس کے پاس ٹک جانا اس کے لئے قیامت سے کم نہیں تھا چوکیدار کی نظر سی جھکی ہوئی تھیں۔ کیونکہ گرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا دل گرنے کا کام تھا۔

گرے چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر بھیاں تک سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اور اس نے اپنی کلائی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”میری کلائی پر کاٹو۔“

چوکیدار اس کے فقرے پر ہلکھلا گیا۔ کیونکہ عجیب و غریب حکم تھا وہ غریب بھلا کیا سمجھتا۔ اس نے نظر اٹھکے ہوئے ایک ایک کر کہا۔

”جناب — میں بھلا ایسی گستاخی کر سکتا ہوں“ اس کے لہجے میں ہلکھلاہٹ کے ساتھ شدید خوف تھا۔

دوسرے لمحے گرے کا بھرپور تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور وہ غریب اچھل کر دروازے سے باہر نکلا۔

”کتنے کے بچے — تمہاری یہ جرات —“ کہ تم میرے حکم کی تعمیل نہ کرو۔“ گرے نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا اور چوکیدار



یوں تیزی سے اٹھا جیسے وہ تھپڑ کھا کر نہ گرا ہو۔ بلکہ اس نے جھٹکا کمال دکھایا ہو۔ اور پھر وہ تیزی سے گسے کی طرف بھا۔ حالانکہ ایک تھپڑ نے اس کا گال چاڑھا تھا مگر خوف کی شدت میں اسے تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔

اس کے قریب آتے ہی گسے نے اپنی کلائی دوبارہ اس کی طرف بڑھا دی اور چوکیدار نے اس کی کلائی پر دانت جما دیئے۔ دوسرے لمحے گسے نے جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا لیا۔

”بیدھے کھڑے ہو جاؤ“ گسے نے اسے حکم دیا اور وہ غریب دوبارہ اٹھ بیٹھا۔

مگر دوسرے ہی لمحے اس کی حالت بگڑنے لگی۔ اس کے چہرے کے عضلات چمکنے لگے اور وہ لڑکھڑانے لگا۔ اس کا رنگ تیزی سے زرد پڑتا جا رہا تھا۔ زیادہ سے زیادہ دو منٹ گزرے ہوئے کہ وہ دھڑام سے فرش پر گر گیا۔ اور چند لمحے پیر پٹنے کے بعد ٹھنڈا ہو گیا۔ رنگ سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے جسم کا تمام خون کسی نے سجڑ لیا ہو۔ چہرہ پھول کر بگڑ گیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اسے کسی انتہائی زہریلے سانپ نے کاٹ کھایا ہو۔

”ہو نہ ہو! تہبہاری یہی سزا تھی۔“ کہ تم اپنی زندگی ختم کر دو۔ گسے کی کلائی پر کاٹنے والا بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔“ گسے نے بڑی حقارت سے چوکیدار کی لاش کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر آگے بڑھ گیا۔ اس کے چہرے سے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مکمل نشے میں ہو۔

راہداری مڑ کر وہ واپس پہلے دالے کمرے میں آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب وہ بالکل مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس کے دماغ بیٹھنے ہی دروازے پر دستک ہوئی۔

”کم ان“ گسے نے چونک کر فھاڑتے ہوئے کہا۔ اور پھر ایک ادھیڑ عمر متلا دہلا شخص اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ مستقل نشے میں رہتا ہو۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا گسے کے قریب آیا اور پھر خود ہی دھڑام سے کرسی پر گر گیا۔

”ہیلو باس“ اس نے خواب آلود لہجے میں کہا۔

”ہیلو سو برز“ کیا رپورٹ ہے؟“ گسے نے مسکراتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں کہا۔ یہ پہلا آدمی تھا جس سے گسے نے مسکرا کر اور نرم لہجے میں بات کی تھی۔

”باس پچھلے کانٹے میں پھنس چکا ہے۔“ بس اب ڈور کھینچنے کی ضرورت ہے۔“ سو برز نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ اور پھر جیب سے ایک چھوٹی ٹیسی بوتل نکالی۔ اور اس کا ڈھکن کھول کر اسے منہ سے نکالیا۔ بوتل خالی ہو جانے کے بعد اس نے اسے دیوار کے ساتھ پھینک دیا۔ اور پھر گسے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”باس“ اب مزید کیا حکم ہے؟

”سو برز“ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں اس ملک میں بیٹھا خوش فحشیاں کرتا رہوں۔ میں یہاں سے کام پٹا کر جلد انجانا چاہتا ہوں۔ بہت سے ملکوں کے آرڈر میرے پاس ٹپک ہو چکے ہیں۔ اب جب تک یہاں کا کام نہیں پٹے گا میں کیسے واپس

جاسکتا ہوں۔“ اسکیپ گسے نے سوبرز کو سمجھاتے ہوئے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے باس۔۔۔۔۔ آپ کے حکم کی دیر تھی میں آج  
 ہی ڈور کھینچ لیتا ہوں۔۔۔۔۔ اور بس کام ہو جائے گا۔“ سوبرز نے  
 بے نیازانہ لہجے میں جواب دیا۔

”تم نہیں سمجھے سوبرز۔۔۔۔۔ ڈور کھینچنے کے بعد تو کام شروع  
 ہوگا۔ یہ تو مجھے پتہ ہے کہ جب بھی کام شروع ہوا کام ہو جائے گا۔ مگر  
 کام شروع تو ہو گا۔“ اس بار قدسے ک سخت لہجے میں کہا۔  
 ”باس۔۔۔۔۔ آپ فکر نہ کریں۔۔۔۔۔ سوبرز اپنے فرائض کو جانتا ہے۔“  
 سوبرز نے جواب دیا۔ اور پھر کوٹ کی دوسری جیب سے بوتل  
 نکال کر اپنے منہ سے لگائی۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ کل دس بجے تک تم نے اپنا کام ہر حالت  
 میں کر دینا ہے۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ دیر میرے لئے ناقابل برداشت  
 ہوگی۔“ گرسے نے قدسے کو ہلکا سا ہتھکڑیا میں کہا۔ اور سوبرز سر ہلاتا ہوا اٹھا  
 اور خراٹاں خراٹاں کمرے سے باہر نکل گیا۔

**کیپٹن شکیل آج بڑے موڈ میں تھا۔ کافی عرصے تک مسلسل**  
 کام کرنے کے بعد چند دن ہوئے وہ فارغ ہوا تھا۔  
 آج صبح شاپنگ کے لئے نکلا تو اپنا ایک پرانے اور بے تکلف  
 دوست سے ٹکراؤ ہو گیا۔ دونوں بے حد اشتیاق سے ملے۔ اور چونکہ اس  
 کے دوست نے کسی ضروری کام کے لئے جانا تھا۔ اس لئے انہوں نے  
 رات کو سلور گرل ہوٹل میں ملنے کا پروگرام بنایا۔

کیپٹن شکیل نے اپنی کار پارکنگ سٹیڈ میں کھڑی کی اور پھر چاقوں  
 کے گچھے کو انٹیکو میں ہلاتا ہوا وہ ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔  
 مین گیٹ سے ذرق برق اور جدید ترین لباسوں میں ملبوس مرد اور  
 عورتیں آ جا رہے تھے۔ پھر کیپٹن شکیل جیسے ہی اندر جانے کے لئے کمرے  
 میں داخل ہوا۔ دوسری طرف سے ایک قوی میل غفناک چہرے والا شخص  
 باہر نکلنے کے لئے آگے بڑھا۔ اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی کیپٹن شکیل کا

سیاہ رنگ کی شیور لیٹ کار میں بیٹھ رہے تھے۔ کیپٹن شکیل تیزی سے پارکنگ شیڈ کی طرف بھاگا۔ اس کے ذہن میں لاوا اہل رہا تھا مگر جب وہ پارکنگ شیڈ کے پاس پہنچا تو سیاہ شیور لیٹ ہوٹل کے کپاؤنڈ سے باہر نکل چکی تھی۔

کیپٹن شکیل پھرتی سے اپنی کار کی طرف بڑھا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے کار کا دروازہ کھولا اور پلک جھپکنے میں اس کی کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح پوری تیز رفتاری سے بیرونی گریٹ کی طرف بڑھی۔ اور چند لمحوں بعد سڑک پر پہنچ گئی۔ سڑک پر اس وقت بے پناہ رش تھا۔ رش کا یہ عالم تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کاروں کا میلہ لگا ہوا ہو۔ اور پھر کیپٹن شکیل کو کافی دور سیاہ شیور لیٹ نظر آگئی۔

پھر کیپٹن شکیل نے دانت جھینٹے ہوئے ایک سیلٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ اور کار ایک جھٹکے سے دوسری کاروں کی قطاریں سے یوں نکل نکلی جیسے وہ کسی سرکس میں اپنے اپنے کمال دکھا رہا ہو۔ مگر کاروں کی تعداد ہی اتنی تھی کہ بے پناہ کوشش کے باوجود کیپٹن شکیل کو راستہ نہ مل سکا۔ اور اسے کار کی رفتار آہستہ کرنی ہی پڑی۔ مگر اس کی نظریں دور جاتی ہوئی شیور لیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ انڈر کران کے پاس پہنچ جائے اور اس پتھر ٹارنے والے کو بتلا دے کہ کسی کو پتھر ٹارنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ مگر وہ کیا کرتا۔ ٹریفک کی وجہ سے بے بس تھا۔ بہر حال وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ آج اسے بچنے کا نہیں۔ چاہے کچھ

بی کیوں نہ ہو جائے۔

چنانچہ وہ مسلسل ان کا تعاقب کرتا رہا۔ اس غصے میں اسے اپنا وہ

کندھا اس کے جسم سے نکل گیا۔ اور دوسرا لمحہ کیپٹن شکیل کے لئے انتہائی غیر متوقع ثابت ہوا۔ جب قوی، بیکل آدمی کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کیپٹن شکیل کے چہرے پر اس کا بھس پور چھڑ پڑا۔ کیپٹن شکیل جو منذرت کے موڈ میں تھا، اپنا منہ اور غیر متوقع پتھر کھا کر اچھل کر دو فٹ دور ایک میز پر جا گرا۔ ٹال میں موجود ہر شخص چونک کر دیکھنے لگا۔ مگر وہ قوی میکمل شخص پتھر مار کر بڑی بے نیازی سے بغیر یہ دیکھ کہ کیپٹن شکیل پر کیا گزری ہے، اگڑا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس کے پیچھے دو اور آدمی بھی باہر نکلے۔ انہوں نے ایک لمحے کیلئے مڑ کر کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا۔ ان کے لبوں پر طنز پر مکرہٹ تھی جیسے کہہ رہے ہو۔ دیکھا مٹوانے کا نتیجہ۔

کیپٹن شکیل میز پر گرتے ہی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پتھر مارنے والا شاید بے حد طاقت ور تھا۔ کیونکہ ایک ہی پتھر سے کیپٹن شکیل جیسے آدمی کے منہ سے خون کی لکیر باہر نکل آئی تھی۔

کیپٹن شکیل کی آنکھیں غصے اور بے عزتی کی دہر سے انتہائی سُرخ ہو چکی تھیں۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔

”جائے دیکھنے صاحب ——— نہانے کون پاگل تھا۔“ ایک آدمی نے کیپٹن شکیل کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے سمجھایا۔

”میں اس سے بھی بڑا پاگل ہوں۔“ کیپٹن شکیل نے بازو جھٹکتے ہوئے انتہائی غصے سے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے دروازے سے باہر نکلا۔ باہر نکل کر اس نے دیکھا کہ وہ قوی میکمل شخص اور اس کے ساتھی

دوست بھی بھول چکا تھا۔ جو ہوٹل میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہوگا اور یقیناً اسے گایاں بھی دے رہا ہوگا۔

سڑک پار کرنے کے بعد جب وہ چوک کر اس کے مارٹن روڈ کی طرف بڑھا تو اس سڑک پر ریش کسی قدر کم تھا۔ چنانچہ کیپٹن شکیل نے سیاہ کار کے قریب تر ہونے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر سیاہ کار بھی کافی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

غرضیکہ یہ پیکلر فٹاقب جا رہی رہا اور پھر جس وقت کیپٹن شکیل کی کار سیاہ شیور لیٹ کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہوئی تو اس وقت وہ مارٹن کالونی کے علاقے میں تھی۔ دوسرے لمحے سیاہ شیور لیٹ ایک عظیم انسان کو مٹی کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔

کیپٹن شکیل جو اس کو گور کرنے کے لئے کافی تیز رفتاری سے کار دوڑاتے چلا آ رہا تھا۔ سیاہ شیور لیٹ کے اچانک کو مٹی میں مڑ جانے کی وجہ سے جھوٹک میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر اس کی کار کے بریک کچھ دور جا کر چر چرائے۔

اس نے پوری قوت سے دائرے میں گھماتے ہوئے کار بریک کی اور دوسرے لمحے اس کی کار بھی کو مٹی کے گیٹ میں داخل ہوئی چلی گئی۔ سیاہ شیور لیٹ پورٹیکو میں موجود تھی۔ کیپٹن شکیل نے سیاہ شیور لیٹ کے قریب جا کر پوری قوت سے بریک ماری اور ٹائر ایک تیز چرچ مار کر زمین کے سینے پر جم گئے۔

کیپٹن شکیل نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور پھر اچھل کر باہر آگیا۔ دوسرے لمحے وہ ایک ایک کھانچے کھانچے چار بیڑھیاں پھیل گئے۔

لے برآمدے پر بیٹھ گیا۔ ابھی تک اس کا چہرہ غصے سے زخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں انتقام کے شعلے جھلک رہے تھے۔ مگر اس کے باوجود اسے اتنا ہوش ضرور تھا کہ وہ کسی کو مٹی کے اندر بڑھتی اعلیٰ نہیں ہونا چاہتا تھا۔ کیونکہ ایسا خلاف تہذیب تھا۔ چنانچہ وہ ہال بیل کی طرف بڑھا مگر ابھی وہ کال بیل کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ برآمدے کے لفٹی دروازے سے ایک نوجوان باہر نکل آیا۔

کیپٹن شکیل تیزی سے اس کی طرف مڑ گیا۔ اس کے منہ سے نکلنے والی خون کی لکیر ابھی تک اس کی ٹھوڑی اور ٹھوڑی سے ہوتی گردن تک موجود تھی۔ اور کال پر آنکھوں کے نشانات بھی صاف نظر آ رہے تھے نوجوان اسے دیکھ کر حیران کھڑا رہ گیا۔

”وہ کہاں ہے جنگی ریکھ۔۔۔۔۔ جس کا چہرہ بے حد بھیانک ہے اور جو ابھی ابھی سلور گرل ہوٹل سے اس سیاہ کار میں واپس آیا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے نوجوان کے قریب جا کر غصے سے دھارتے ہوئے کہا۔

”آپ کون ہیں۔۔۔۔۔ اور کس کے متعلق بات کر رہے ہیں؟ آرام سے بات کریں۔۔۔۔۔ نوجوان نے حیرت انگیز تحمل اور سکون سے جواب دیا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں بڑا سراسر سی چمک اُبھر آئی تھی۔

”جو میں پوچھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ اس کا جواب دو نوجوان۔۔۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ اس جنگی سوز کی بجائے تم میرے ہاتھ سے مارے جاؤ۔۔۔۔۔ اس نے سلور گرل میں میرے منہ پر تھپڑ مارا ہے اور

میں اس تھپڑ کے بدلے اس کو کچا چبا جاؤں گا۔“ کیپٹن شکیل نے انتہائی جوش و خروش کے عالم میں نوجوان کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔  
 ”آپ گمے کے متعلق بات کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ ان کی عادت ہی ایسی ہے۔۔۔۔۔ بہر حال میں ان کی جگہ آپ سے معافی مانگنے کے لئے تیار ہوں۔۔۔۔۔ میں ان کا سیکرٹری ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ اگر انہیں پتہ چل گیا کہ آپ انتقامی جذبہ لے کر آئے ہیں۔۔۔۔۔ تو پھر آپ کو یہاں سے اپنی جان بچا کر لے جانا ناممکن ہو جائے گا۔“

نوجوان نے بڑے تحمل سے کیپٹن شکیل کو سمجھاتے ہوئے کہا مگر اس کے لہجے میں چھٹی ہوئی دھکی کیپٹن شکیل کو اور بھی مشتعل کر گئی۔  
 اس نے اچانک دونوں ہاتھ اس نوجوان کے پہلوؤں پر رکھے اور دوسرے لمحے وہ نوجوان اس کے بازوؤں پر اٹھتا چلا گیا۔  
 پھر اس سے پہلے کہ وہ نوجوان سنبھلتا۔۔۔۔۔ غصے میں بھرے ہوئے شکیل نے پوری قوت سے اُسے دیوار کے ساتھ دس مار مار کر نوجوان کے منہ سے ایک بھیاں تک صبح نکلی اور وہ دیوار سے ٹکرا کر بے حس و حرکت فرش پر گر پڑا۔

اسی لمحے برآمدے میں موجود قسریاً مقام دروازے کھل گئے اور دس کے قریب مسلح سٹین گنوں سے آدمیوں نے کیپٹن شکیل کو گھیر لیا۔ دس سٹین گنوں کا رخ کیپٹن شکیل کی طرف تھا۔ اور کیپٹن شکیل غصے سے بھرا منہ میں آئے ہوئے شیر کی طرح اڑا کھڑا تھا۔  
 ”کہاں ہے وہ جنگلی ریچھ گے۔۔۔۔۔ بلاؤ اُسے۔“ کیپٹن شکیل

نے غصے سے دبا ہوتے ہوئے کہا۔  
 ”سٹاپ۔۔۔۔۔ تم باس کے متعلق نا دیا اظاظ کہہ کر زندہ نہیں رہ سکتے۔“ ایک لمبے ٹرنکے نوجوان نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”میں کہتا ہوں یا تو اس کو میرے پاس لے آؤ۔۔۔۔۔ یا مجھے اس کے پاس لے چلو۔۔۔۔۔ میں جب تک اپنے انتقام کی آگ نہ بجھا لوں۔۔۔۔۔ مجھے سکون نہ ہوگا۔“ کیپٹن شکیل نے بدستور دھاڑتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ دروازے سے ایک آدمی نمودار ہوا۔

”اس آدمی کو باس کے پاس لے جاؤ۔“ اس نے مسلح آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نوجوان آخر قہاری موت نے تمہیں آواز دے ہی دی۔“ اسی لمبے ٹرنکے آدمی نے زہر خند لہجے میں کیپٹن شکیل کے پہلو میں سٹین گن کی نال کا ٹھوکا دیتے ہوئے کہا۔  
 ”چلو۔“ کیپٹن شکیل نے اطمینان سے کہا۔

اس کے لہجے سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اب وہ مطمئن ہو گیا ہو۔

دس مسلح آدمیوں کے نغصے میں چلتا ہوا کیپٹن شکیل دوا دروازوں اور چار کمروں سے گزرنے کے بعد ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا اور ان کے دباؤں پہنچتے ہوئے کمرہ خود بخود میچ اترتا چلا گیا۔ اور پھر کافی دیر

موجود رکھا تھا۔

اسے نوجوان کی بے جگرگی اور بے نیازی پر حیرت ہو رہی تھی۔ اور پھر وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور قدم بہ قدم چلتا ہوا کیپٹن شکیل کی طرف چلنے لگا۔ اب کیپٹن شکیل نے بھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں لیکن دوسرے ہی لمحے کیپٹن شکیل کو اپنی نظریں جھکائی پڑیں کیونکہ گرسے کی آنکھوں میں کسی زہریلے سانپ جیسی چمک تھی۔ اور اگر کیپٹن شکیل فوراً اپنی نظریں نہ جھکاتا تو یقیناً حرکت کرنے سے بھی معذور ہو جاتا۔

اسکپ گرسے اس کے قریب آکر رک گیا۔

”یہاں کیوں آئے ہو۔۔۔۔۔؟“ اچانک اس کی زوردار دھات

سے کمرہ گونج اٹھا۔

”تمہارے تھپڑ کا جواب دینے۔۔۔۔۔!“ کیپٹن شکیل نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

”ہا۔ ہا۔ ہا۔۔۔۔۔ بہت خوب۔۔۔۔۔“ نوجوان ہمیں تنہا ہی

یہ جرات بہت پسند آئی۔۔۔۔۔ اس نے سمجھنے میں تمہارے متعلق کیا

ہوا فیصلہ تبدیل کر دیا ہے۔۔۔۔۔“ اسکپ گرسے کے خوفناک قہقہے

سے کمرہ گونج اٹھا۔

مگر ابھی قہقہے کی گونج ختم نہیں ہوئی تھی کہ کیپٹن شکیل کے بازو

نے برقی کی طرح حرکت کی اور پھر قہقہے کے ساتھ تھپڑ کی زوردار آواز

سے کمرہ گونج اٹھا۔

کیپٹن شکیل نے پوری قوت سے تھپڑ مارا تھا مگر وہ دبوہیل گرسے

تھپڑ کی دھجے صرف چند قدم اڑا کھڑا رہ گیا۔ حالانکہ کیپٹن شکیل کو یقین

بعد ایک جگہ رکنا تو کیپٹن شکیل باہر نکل آیا۔ یہ ایک طویل راہداری تھی جس میں آٹو میک میٹری سسٹم تھا۔

وہ سب راہداری کے اولین کونے میں کھڑے ہو گئے۔ اور فرش تیزی سے سرکنا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے آخری کونے میں ایک کافی بڑا دروازہ تھا۔ جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچے، فرش دگ گیا۔ ایک آدمی نے دروازے پر بڑے مودبانہ انداز میں دستک دی۔

”کم ان۔۔۔۔۔“ اندر سے کسی کی دھاترسانی دی۔

اور پھر اس آدمی نے دروازے کو دبا کر کھولا اور کیپٹن شکیل کو اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

کیپٹن شکیل نے دیکھا کہ وہاں موجود ہر آدمی کا چہرہ زرد ہو گیا

تھا۔ شاید وہ خود اندر جانے سے خوفزدہ تھے۔ مگر کیپٹن شکیل

سراٹھائے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ صرف پانچ مسلح آدمی اندر

گئے۔

کیپٹن شکیل نے دیکھا کہ یہ ایک خاصا وسیع کمرہ تھا۔ جس کے صرف

دو دروازے تھے۔ درمیان میں ایک کافی بڑے میز کے چوتھے وہی قوی

ہیکل اور انتہائی خوفناک صورت کا گوریلا نما انسان بیٹھا ہوا تھا اس

کا چہرہ زخم کے نشان کی وجہ سے دھتور میں بیٹا ہوا تھا اور انھیں

خون کی طرح اسے سرخ تھیں۔

کیپٹن شکیل چند لمحوں تک بڑی بے نیازی سے کھڑا کمرے کا جائزہ

لیتا رہا۔ جبکہ اس کے ساتھ آنے والے بڑے مودبانہ انداز میں سر

جھکائے کھڑے تھے۔ اسکپ گرسے بڑی دلچسپ نظروں سے کیپٹن شکیل

تھا کہ کسی اور کو یہ تھپڑ پڑا ہوتا تو وہ یقیناً اڑ کر دس فٹ دور جا گرتا۔  
کیپٹن شکیل کا تھپڑ کچھ اتنا غیر متوقع اور اچانک تھا کہ مسلح آدمی حیرت  
سے بت بٹنے کھڑے رہ گئے۔ اور جب انہیں ہوش آیا تو  
انہوں نے تیزی سے مشین گنوں کا رخ اس کی طرف کیا اور ٹریگر دبائے  
ہی لگے تھے کہ ایکپ گرنے لے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا  
اس کی آنکھوں کی چمک بے حد بڑھ گئی تھی۔ چہرہ غصے کی شدت سے پہلے  
سے بھی زیادہ خوفناک ہو گیا تھا۔ وہ بڑی گہری نظروں سے کیپٹن شکیل کو  
دیکھ رہا تھا جیسے اسے کچا جانا ہے گا۔

”تمہارے تھپڑ کا جواب میں نے دے دیا ہے۔ اب میرا تمہارا کوئی  
بھگڑا نہیں۔ اس لئے اگر تم صلح چاہتے ہو تو میں تیار ہوں ورنہ دوسری  
صورت میں یاد رکھو کہ میری بجائے نقصان تمہارا ہی ہوگا۔“ کیپٹن  
شکیل نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔ اس کے لہجے سے  
بھی محسوس ہو رہا تھا کہ بدلہ لینے کے بعد اب وہ پُر سکون ہو گیا ہے۔

”ہوان۔“ شاید اس دنیا میں تم پہلے آدمی ہو جس نے ایکپ  
گرسے ہا ہاتھ اٹھانے کی جرأت کی ہے۔ ایکپ گرسے تو اپنی  
طرف انگلی اٹھانے والے کا ہاتھ توڑ دینے کا عادی ہے۔ تم نے تو بہر حال  
ہاتھ اٹھایا ہے۔ اب تم خود اندازہ کرو کہ عنقریب تمہارا کیا  
حشر ہوگا۔“

ایکپ گرسے نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ مگر کیپٹن شکیل  
سمجھ رہا تھا کہ اس سکون کے پیچھے کتنا بڑا طوفان چھپا ہوا ہے۔ مگر وہ  
بھی عمران کے ہاتھوں کا تربیت یافتہ تھا۔ اس لئے سبجانے گھبرانے کے

اس نے بے نیازی سے کندھے جھٹکے اور پھر لاپرواہی سے ادھر ادھر  
دیکھنے لگا۔ جیسے اسے ایکپ گرسے کی دھمکیوں کی کوئی پروا نہ ہو۔

ادھر پھر دوسرے لمحے وہ برسی طرح چونک پڑا۔ کیونکہ پہلی بار اس کی  
نظریں میز پر پڑے ہوئے بنڈل پر پڑیں۔ اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ  
بنڈل عریاں تصادیر کا تھا جس میں اس ملک کے وزیر اعظم کسی غیر ملکی لڑکی  
کے ساتھ انتہائی غیر اخلاقی پوز میں تھے۔

کیپٹن شکیل اس تصویر کو دیکھ کر اتنا حیران ہوا کہ ایکپ لمحے کے  
لئے وہ اپنا ماحول بھول گیا اور وہ لمحہ اس پر ہیمنہ بھاری پڑا کیونکہ  
ایکپ گرسے نے کسی جھینے کی طرح دوڑ کر اس کے سینے پر پوری قوت سے  
مٹھ مار دی اور کیپٹن شکیل کمان سے نکلے تیر کی طرح جھل رتہ بہا پانچ  
فٹ دور سنگی دیوار کے ساتھ باٹھکرایا۔ اس نے اپنے پک سنبھالنے  
کی جید کوشش کی مگر تکلیف اس شدت کی تھی کہ اسے سانس ٹھنسا ہوا اور  
دماغ میں اندھیرا چھانا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے جب کیپٹن شکیل دیوار سے  
ٹکرا کر گرا۔ تو بے ہوش ہو چکا تھا۔

ایکپ گرسے چند لمحے گہری نظروں سے کیپٹن شکیل کو دیکھتا رہا۔ پھر  
اس نے حقارت سے فرخ پر تھوکتے ہوئے کہا۔

”بزدل چوہا۔ مجھ سے ٹکرالے آیا تھا۔“

”باس۔“ اجازت ہو تو اسے گولی مار دیں۔ ایک  
نوجوان نے بڑے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔“ امیں اسے اتنی آسانی سے نہیں مرنے دوں گا۔ میں  
سے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔“ فی الحالہ اسے سس ہلاک میں ڈال

دو۔۔۔ ایکپ گرے نے دوبارہ کسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔  
اور اس کا غم ملتے ہی مسلح آدمیوں نے بیہوش کیپٹن شکیل کو اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

کیپٹن شکیل کو جب ہوش آیا تو اس نے کراہ کر روٹ بدلا اور پھر اس کا دماغ جاگ اٹھا دوسرے لمحے وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں فرش پر پڑا ہوا تھا۔ کمرہ بالکل خالی تھا جو باہر سے بند تھا۔ کمرے کی چھت پر موجود اکھا بلب جل رہا تھا۔

کیپٹن شکیل اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اٹھتے ہوئے اس کے منہ سے بے اختیار کراہ نکل گئی۔ اور اس نے اپنا ایک ہاتھ سینے پر رکھ لیا جس جگہ اس گینڈے نے ٹکرائی تھی۔ وہاں اب بھی شدید درد رہا تھا۔ ابا محسوس ہوتا تھا جیسے سینے کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں۔

کیپٹن شکیل نے دانت چیمچتے ہوئے سوچا کہ سچا نے اس گینڈے نے اسے زندہ کیسے چھوڑ دیا۔ ویسے اب اس کے ذہن سے انتقام بھوت اتر چکا تھا۔ تھپڑ کے جواب میں تھپڑ مار کر وہ اپنی تسکین حاصل کر چکا تھا۔ اب اس کی جس جاسوسیت جاگ اٹھی تھی۔ کیونکہ جس لمحے اس کی نظر پر ائم منسٹر کی عریاں فوٹو پر پڑی تھی۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے سوچنے میں مہمک تھا۔ ان کے انتظامات اور کوٹھی کے اندر بیٹھ مسلح آدمی دیکھ کر ہی اس نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ ناوائسنگی میں کسی مجسمہ منظم سے لٹکا چکا ہے۔

اور جب سے اس نے میز پر پرائم منسٹر کی عریاں تصاویر کا بیٹلا

دیکھا تھا۔ اُسے یقین ہو چکا تھا۔ چونکہ اس کا کسی سے ٹھکرانے وغیرہ کا کوئی موڈ نہ تھا۔ وہ تو ایک بے تکلف دوست سے ملنے گیا تھا۔ اس لئے نہ ہی اس کی جیب میں ریوا لور تھا اور نہ ہی کوئی ٹرانسپیر۔

اگر اس کے پاس ٹرانسپیر ہوتا تو یہیں سے اچھوٹو کو کال کر کے تمام صورت حال بتلا دیتا۔ اور مجرم آج ہی قابو آجاتے۔

اس لئے اب ضروری تھا کہ وہ کسی طرح اس اڈے سے باہر نکل جائے تاکہ مجرم گرفتار ہو سکیں۔ یہ فیصلہ کر کے وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ مگر دروازہ باہر سے بند تھا۔ دروازے کا لاک آٹومینک تھا کیونکہ چابی کا سوراخ نظر نہ آ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے کی بول سے آنکھ لگا دی۔ اور پھر دوسری طرف اسے ایک راہداری دکھائی دی راہداری میں بھی بلب کی روشنی موجود تھی۔ کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ رات ہو چکی ہے۔ اس نے دو دفعہ دروازے کو زور زد رے سے بجایا تاکہ اگر کوئی راہداری میں موجود ہو تو اسے معلوم ہو جائے۔ مگر دو دفعہ دھک دینے کے باوجود جب کوئی رد عمل محسوس نہ ہوا تو وہ سمجھ گیا کہ راہداری خالی ہے۔ اب مسئلہ تھا تالا کھولنے کا۔ اس کے لئے تالا کی ضرورت تھی۔ کیپٹن شکیل نے اصرار اُدھر نگاہ دوڑائی۔ مگر کوئی چیز اسے ایسی نظر نہ آئی جسے وہ تالا کی جگہ استعمال کر سکتا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے راہداری میں قدموں کی آواز آتی ہوئی سنائی دی۔ کیپٹن شکیل چونک پڑا۔ اس نے اس آواز کے طرف کان لگا دیئے۔ آنے والا ایک ہی آدمی تھا اور پھر جب وہ دروازے کے قریب آکر رُک گیا۔ تو کیپٹن شکیل بے قدموں پیچھے ہٹا



ایک سٹین گن بردار اس کے سامنے آگیا۔  
 ”کیا ہوا رک — اس آدمی کو نہیں لائے۔“ دوسرے نے  
 پوچھا۔

”نہیں — وہ بے ہوش ہے۔“ کیپٹن شکیل نے بھرتے  
 ہوئے بلبے میں کہا۔ اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔  
 ”ٹھہرو — تمہاری آواز کیوں بدلی ہوئی ہے۔“ دوسرے

نے کرفت بلبے میں کہا اور کیپٹن شکیل یکے گیا۔ مگر اس نے دونوں  
 ہاتھوں میں پکڑی ہوئی سٹین گن کو تیزی سے نال کی طرف سے پکڑ لیا اور  
 چہرہ جھٹکے سے مڑا۔ دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سٹین گن  
 ہوا میں اس طرح بلند ہو کر دوسرے آدمی کی کھوپڑی پر پڑی جیسے بھلی کا گولڈا  
 پکا ہو۔ ضرب اتنی طاقت سے پڑی تھی کہ دوسرا آدمی بغیر کوئی آواز نکالنے  
 وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کی کھوپڑی دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی کیپٹن  
 شکیل انتہائی تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ اب وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ راستے  
 میں آنے والی سرکاوٹ کو ختم کر دے گا۔

راہداری مڑ کر ایک دروازے کے سامنے ختم ہو گئی۔ کیپٹن شکیل  
 نے دروازے کے قریب جا کر کان لگا دیئے۔ دوسری طرف خاموشی تھی۔  
 کیپٹن شکیل نے دروازے کو دبا یا مگر دروازہ بند تھا۔ اس نے کی ہول  
 سے آنکھ لگا دی تو اس نے دیکھا کہ بر کسی کی خواب گاہ تھی اور سامنے  
 ہی پلنگ پر کوئی سویا ہوا تھا۔ کیپٹن شکیل نے ایک طویل سانس لی اور  
 پھر سیدھا ہوتے ہوئے اس نے پوری قوت سے مگر بازی کر دی۔ اس  
 کے انداز سے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اسے بڑی جلدی ہو۔ چند  
 لمحے تک نکتے مارنے کے بعد اس نے جھک کر ایک بار پھر کی ہول سے

اور پھر جس جگہ وہ پہلے لیٹا ہوا تھا اسی جگہ لیٹ گیا۔ اور اس نے  
 آنکھیں میچ لیں۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور پھر ایک آدمی اندر  
 داخل ہوا۔ لیکن شکیل جی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔  
 کمرے میں داخل ہوتے وقت وہ آدمی بے حد چوکنا تھا۔ مگر جب  
 اس نے کیپٹن شکیل کو اسی طرح بے ہوش پڑے دیکھا تو وہ  
 ڈھیلا ہو گیا۔

کمال ہے — ابھی تک بے ہوش ہے — وہ بڑبڑاتا  
 ہوا کیپٹن شکیل کے قریب آگیا اور پھر اس نے جھک کر کیپٹن شکیل کے  
 سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ شاید وہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ  
 کہیں وہ بے ہوشی کے دوران ختم ہی تو نہیں ہو گیا۔

ادھر کیپٹن شکیل بھی اسی تاثر میں تھا۔ جیسے ہی آنے والے نے  
 جھک کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ کیپٹن شکیل نے پھرتی سے اس کا  
 نگلا دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سینہ لگا، کیپٹن  
 شکیل نے دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور دوسرے لمحے  
 اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ کیپٹن شکیل نے اسے نیچے ٹالتے ہی اس کی  
 سٹین گن اٹھالی۔ وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے تیزی سے اپنا  
 لباس اتارا اور اس کا لباس پہن لیا۔ اپنا لباس اس نے اسے پہنا دیا  
 گو یہ لباس اس کے جسم پر قدرے تنگ تھا مگر اس کے باوجود گزرا رہا ہو  
 گیا۔ لباس تبدیل کر کے اس نے دروازہ کھولا اور کمرے سے باہر آگیا۔  
 یہ ایک چھوٹی سی راہداری تھی جو دائیں طرف سے آگے جا کر بند ہو جاتی تھی  
 اس نے کیپٹن شکیل بائیں طرف مڑ گیا۔ پھر جہاں راہداری مڑی اچانک





آہنی پجرے میں قید ہو کر رہ گیا۔  
 لڑکی اسے قید کرتے ہی تیزی سے واپس پلٹی اور سرنگ کے  
 دروازے کی طرف دوڑنے لگی۔ وہ شاید بائس کے پاس پہنچ کر  
 اطلاع دینا چاہتی تھی۔

ادھر کہیں تشکیل کو احساس ہو گیا کہ لڑکی دھوکے دے گئی ہے۔ اس  
 نے تیزی سے ادھر ادھر دیکھا اور جب باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر  
 نہ آیا۔ تو اس نے کیمبن کے دروازے کی طرف شین گن کی ٹالی کا رخ کیا  
 اور پھر ٹرکچر دبا دیا۔ شین گن کی ٹالی سے گولیاں نکل نکل کر آہنی چادر  
 کو چھلنی کرتی پہلی جا رہی تھیں۔  
 اور پھر ایک شین گن کا میگزین ختم ہونے کے بعد اس نے چوکیدار  
 سے لی ہوئی اسٹین گن کا فائر کھول دیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ لچا مک  
 ایک زور کا کھٹکا ہوا اور کیمبن کا آہنی دروازہ خود بخود کھٹکا چلا گیا۔ شاید  
 اس کا میگزین ٹوٹ چکا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی کیمبن تشکیل اچھل کر باہر آیا۔ اور اسی لمحے اس  
 پر گولیوں کی بوجھاڑ ہو گئی۔  
 کیمبن تشکیل چھڑتی ہے کیمبن کی آڑ میں ہو گیا۔ اور پھر اس نے  
 سرنگ کی طرف رخ کر کے شین گن کا ٹرکچر دبا دیا۔ مگر موڑکی وجہ  
 سے چونکہ مقابل اسے نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس لئے گولیاں دیواروں  
 سے ٹکرا کر رہ گئیں۔

کیمبن تشکیل کو احساس ہو گیا کہ اگر وہ فوری طور پر سرنگ سے  
 باہر نہ نکلا تو یہ سرنگ اس کی قبر بھی بن سکتی ہے۔ شین گن بھی اس

آدمی صاف نظر آ رہا تھا۔  
 کیمبن تشکیل نے لڑکی کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ تاکہ اس آدمی کی  
 توجہ اس کی طرف ہو جائے۔ اور وہ خود دیوار کے ساتھ کھسکتا ہوا کیمبن کی  
 طرف بڑھا۔

”کون ہو تم اور یہاں کیسے آئی ہو“ کیمبن میں کھڑے ہوئے  
 آدمی کی نظر جیسے ہی الزبتھ پر پڑی۔ وہ حیران ہو کر کیمبن سے باہر نکل آیا۔  
 اور اسی وقفے میں کیمبن تشکیل بھی کیمبن کی سائیڈ میں پہنچ چکا تھا۔ اس  
 نے شین گن کو ٹالی سے پکڑ رکھا تھا۔ لڑکی ابھی تک وہیں کھڑی تھی اور پھر  
 وہ چوکیدار اپنے ہاتھ میں موجود شین گن کا رخ لڑکی کی طرف کئے آگے بڑھ  
 آیا۔ اس سے پہلے کہ اس کی توجہ کیمبن تشکیل کی طرف ہوتی۔ کیمبن تشکیل  
 نے پھرٹی سے وار کیا اور چوکیدار کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر گر گیا۔  
 کیمبن تشکیل نے اس کے گرتے ہی دو وار اور کئے اور چوکیدار  
 چند لمبے تڑپ کر غمخوار ہو گیا۔

”دروازے کا بین اندر کیمبن میں ہے“  
 لڑکی نے کیمبن تشکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کیمبن تشکیل اندر کیمبن  
 میں داخل ہو گیا تاکہ بین دہائے۔ مگر اس سے پہلے وہ چوکیدار کے ہاتھ سے  
 شین گن نہ لینا بھولا تھا۔ وہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔  
 مگر اس کے باوجود آفرکار وہ مار کھا گیا۔ کیونکہ جیسے ہی وہ کیمبن میں  
 داخل ہوا، لڑکی نے کیمبن کی سائیڈ میں لگا ہوا ایک چھوٹا سا بین دبا دیا اور  
 کیمبن کا دروازہ ایک پرجا ہٹ کے ساتھ بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ  
 ہی کیمبن کی سائیڈ میں جی ہوئی کھڑکی بھی بند ہو گئی۔ اور کیمبن تشکیل اس

اور دروازے سے باہر جا کر۔ باہر گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور پھر دائیں طرف بھاگتا ہوا کھیت میں گستا پلا گیا۔ وہ حتی الوسع تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ تاکہ جب تک مجرم دروازے کے قریب پہنچیں وہ کافی دور جا چکا ہو۔

اور تھوڑی دیر بعد وہ کافی دور آچکا تھا۔ اس نے ایک جگہ رُک کر جب کھیت سے تھوڑا سا رد پر کیا تو اس نے مجرموں کو دروازے کے سامنے کھڑا دیکھا۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔ اور وہ لڑکی بھی ان کے ساتھ تھی۔ وہ پریشانی سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

کیپٹن شکیل نے نظروں ہی نظروں میں فاصلے کا اندازہ کیا کہ آیا سٹین گن کی گولیاں ان تک پہنچ سکتی ہیں یا نہیں اور جب اسے اندازہ ہو گیا تو اس نے ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر ان کا نشانہ لیا اور اور ٹریگر دیا۔ یہ ان کی حماقت تھی کہ وہ اس طرح کھلی جگہ پر آزادانہ کھڑے تھے۔

چنانچہ پہلی ہی بوجھاڑ میں وہ لڑکی اور تین آدمی الٹ کر پھینچے جا گئے اور باقی دو پھل کر سائیڈوں میں ہو گئے۔ اور کیپٹن شکیل ایک بار پھر آگے بھاگنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ مجرم اس کا پیچھا کرنے کی جرات نہیں کریں گے۔ جھگٹے بھاگتے وہ جلد ہی ایک سڑک تک پہنچے۔ میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے سڑک کے قریب پہنچتے ہی سٹین گن ایک کھیت میں چھپ گئی اور سڑک پر بڑے اطمینان سے چلنے لگا۔ جلد ہی اسے ایک خالی ٹیجی مل گئی اور کیپٹن شکیل نے اسے اپنے فلیٹ کا پتہ بتا کر تیزی سے چلنے کے لئے کہا۔ وہ جلد از جلد ایک سو کو رپورٹ دے کر مجرموں کے آڈے پر حملہ

وقت تک کارآمد ہے جب اس کا میگزین چلتا ہے۔ اس کے بعد وہ بے دست و پا ہو کر رہ جائے گا۔ چنانچہ اس نے یہ سوچ کر ہاتھ رُک لیا۔ اس کی نظریں وہاں سڑک کے موڑ پر جمی ہوئی تھیں، وہاں وہ کن انجیوں سے دروازے کی پوزیشن کو بھی دیکھ رہا تھا۔ اور پھر اسے دروازے کی جڑ کے قریب ایک موٹی سی تار جاتی ہوئی نظر آ گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اس تار کے ذریعے دروازے کے میگزین کو کنٹرول کیا جاتا ہو گا۔

اسی لمحے اچانک اسے موڑ پر دو آدمیوں کے سر نظر آئے اور کیپٹن شکیل نے فوراً ٹریگر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک آدمی چیخ مار کر آگے گرا۔ دوسرا دوبارہ چھپ گیا تھا۔

اسی لمحے کیپٹن شکیل نے پھرتی سے سٹین گن کا رخ اس تار کی طرف کیا اور ٹریگر دیا۔ گولیاں ٹھیک نشانے پر لگیں۔ اور ایک دھماکے کے ساتھ تار کے پرچھے اڑ گئے۔ اس لمحے کیپٹن شکیل پر دوبارہ گولیوں کی بوجھاڑ ہوئی اور جواب میں کیپٹن شکیل نے بھی فائر کھول دیا۔ فائرنگ دوبارہ رک گئی۔ شاید مخالفت بھی اس کا میگزین ختم کرنا چاہتے تھے۔

کیپٹن شکیل نے ایک بار پھر دروازے کے بیڈی اور اس کے آس پاس گولیاں برسائیں۔ اس بار نتیجہ اس کی حسب توقع نکلا۔ میگزین تو پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ اب تالا ٹوٹتے ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل نے سڑک کی طرف سٹین گن کا رخ کر کے بے تحاشہ گولیاں برسائیں شروع کر دیں۔ اور پھر اچانک اس نے کیپٹن کی آڑ سے چھپ گیا

کرانا چاہتا تھا۔ تاکہ مجرموں کو اڈھ چھوٹنے کی جہلت بھی نہ ملے۔  
جلد ہی وہ اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا اور اس نے جاتے ہی ٹیلیفون کا  
ریسیور اٹھایا اور ایجنٹوں کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔



عمران نے ابھی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا  
تھا کہ بلیک زیرو نے تیز لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔  
”عمران صاحب ————— معاملات بیکر خطرناک رخ اختیار کر  
گئے ہیں۔ ابھی ابھی پرائم منسٹر نے ڈائریکٹ مجھے ٹیلیفون  
کیا ہے۔“ بلیک زیرو کا پہرہ جو شش سے سرخ ہو رہا تھا۔  
”مبارک ہو بھائی۔۔۔۔۔۔ اب تو پرائم منسٹر سے براہ راست  
تعلقات ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔۔ کچھ جاری بھی سفارش کرو دو بڑے  
کام پھنسنے ہوئے ہیں۔“ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے معصوم لہجے میں  
کہا۔

”عمران صاحب ————— بار کا ڈسک سنجیدہ ہو جائیں۔“  
ظاہر نے بڑی بے بسی سے کہا۔

”یار سنجیدہ ہو کر کیا کروں۔۔۔۔۔۔ میرے بھتیجیوں کو سکول  
میں داخلہ نہیں مل رہا۔ حالانکہ منسٹر ٹیک کی سفارش کرا چکا ہوں۔

بھانجے کو نوکری نہیں مل رہی۔ حالانکہ اس غریب نے بی ایس سی  
انجینئرنگ میں دیونوری ٹاپ کیا ہے۔۔۔۔۔۔ پڑھ پڑھ کر بے چارہ  
پتھر ہو چکا ہے۔۔۔۔۔۔ اب میری پرائم منسٹر سے صاحب سلامت  
نہیں کر میں ان سے سفارش کروں۔۔۔۔۔۔ اس لئے یار  
مباری تھرائی۔۔۔۔۔۔ ان سے کہہ کر یہی کام تو کرادو۔“ عمران  
نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

”عمران صاحب۔۔۔۔۔۔! میں کیا کہوں۔۔۔۔۔۔ آپ تو بھیدہ  
بی نہیں ہوتے۔“ ظاہر بے چارہ سر ہچکچا کر بیٹھ گیا۔

”کیا خاک سنجیدہ ہوں۔۔۔۔۔۔ میرے بھانجے بھتیجیوں کا مستقبل  
تاریک ہو رہا ہے اور تمہیں سنجیدگی کا دورہ پڑا ہوا ہے۔“  
عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو اب بچا کر کیا کہتا۔ وہ خاموش ہو کر  
رہ گیا۔

عمران چند لمحے تو اسے بغور دیکھتا رہا۔ پھر اس کے بس پر مسکراہٹ  
دوڑ گئی۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ بلیک زیرو کوئی خاص بات کہنا چاہتا  
ہے۔ ورنہ اس کی باتوں سے اتنا پریشان نہ ہوتا۔

”اچھا۔۔۔۔۔۔ بتاؤ کیا بات ہے۔“ عمران نے اس بار سنجیدگی  
سے پوچھا۔

”عمران صاحب۔۔۔۔۔۔! ابھی مقبوضی دیر پہلے پرائم منسٹر کا  
ٹیلیفون آیا تھا۔۔۔۔۔۔ وہ بے حد پریشان ہیں۔“ بلیک زیرو نے  
تیزی سے چونک کر کہنا شروع کر دیا۔

”بلیک زیرو۔۔۔۔۔۔ تمہید میں وقت ضائع کیا کرو۔“ عمران



”مجھ سے تو بات نہیں ہوتی۔“ طاہر نے بات کی تھی۔  
 مگر مجھے ایک بات بتائیں کہ آخر یہ انٹیلی جنس کا حکم کیا کرتا رہتا ہے  
 جواب معمولی سے بلیک میل کو گرفتار کرنے کے لئے بھی مجھے ہی آگے  
 آنا پڑے گا۔ کُل کو آپ کہیں گے کہ کسی منسٹر کی لڑکی گھر  
 سے فرار ہو گئی ہے۔ اسے بھی تلاش کر کے واپس لے آؤں گا  
 عمران نے بڑے طنز سے لہجے میں جواب دیا۔

”بہر حال۔۔۔ کچھ بھی ہے۔ میں ذاتی طور پر درخواست  
 کرنا ہوں۔“ سر سلطان نے کہا۔  
 ”اب آپ ذاتی درخواست کر رہے ہیں تو ظاہر ہے آپ کا کہا تو  
 نہیں ٹال سکتا۔ آپ ایسا کریں کہ بلیک میل کی مرضی کے  
 مطابق اخبار میں خبر دے دیں۔ جب اس کا مطالبہ سامنے آئے  
 تو پھر مجھے بتائیں۔ اور ہاں وہ خط اور تصویریں والنس منزل  
 جھو ادیں۔“

عمران نے بلیک زیرو کو آٹھ مارتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو  
 منکرا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ شکریہ۔“ سر سلطان نے جواب دیا اور  
 رابطہ ختم ہو گیا۔

”کچھ اپنے منکے کا رعب بھی ڈال کر حکام پر۔۔۔ وہ ہمیں  
 کہیں بھڑائے کا ٹوٹہ بنالیں کہ جب چاہا اور جہاں چاہا آگے کر دیا۔  
 اب دیکھو میں نے سو سوا احسان کر کے بات مان لی ہے۔ ورنہ کام تو  
 ہمیں کرنا ہی ہے۔“ کیونیکو وزیر اعظم کو براہ راست بلیک میل

کرنے والا بلیک میل کوئی معمولی فہم نہیں ہوگا۔ اور نہ  
 ہی اس نے دو چار لاکھ روپے طلب کرنے ہیں۔“ عمران نے بلیک زیرو  
 کو سمجھاتے ہوئے کہا۔  
 ”آئندہ احتیاط رکھوں گا جناب۔“ بلیک زیرو نے جواب  
 دیا۔

اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی ایک  
 بار چرنچ اٹھی۔ عمران نے رسیور اٹھا لیا۔  
 ”ایجنٹ۔۔۔“ عمران نے کہا۔

”سر۔۔۔ میں تشکیل بول رہا ہوں۔ میرے پاس ایک  
 اہم خبر ہے۔“ دوسری طرف سے کیپٹن تشکیل کی آواز سنائی دی۔  
 ”بتاؤ۔“ عمران نے کڑخت لہجے میں کہا۔

”سر۔۔۔ میں نے انتہائی خطرناک مجرموں کے اوٹے کا سرخ لگا  
 دیا ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ دیاں میں نے پرائم  
 منسٹر کی ایک غیر ملکی لڑکی کے ساتھ عریاں اور فحش تصویروں کا بندل بھی  
 دیکھ ہے۔“ کیپٹن تشکیل نے بتایا۔

”کیا۔ کیا۔۔۔ پرائم منسٹر کی عریاں تصاویر۔“ عمران  
 یکدم چونک پڑا۔ اور اس کی بات سن کر قریب بیٹھا بلیک زیرو بھی حیرت  
 سے اچھل پڑا۔

”جی ہاں جناب۔۔۔ میں بڑی مشکل سے ان کے اوٹے سے  
 نکل کر آسکا ہوں۔ میرا خیال ہے میں فوری طور پر اس اوٹے پر چھاپہ  
 مارنا چاہیے۔“ کیپٹن تشکیل نے جواب دیا۔



”مختصر لفظوں میں حالات بتاؤ“ عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے اڑے میں جانے اور وہاں سے نکلنے اور اس گینڈے کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔

باس کا حلیہ سن کر عمران ایک بار پھر چوک بڑا۔ کیونکہ حلیہ سننے ہی اس کے ذہن میں کچھ پرانی یادیں ابھر آئیں۔  
”حلیہ تفصیل سے بتاؤ۔“ عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے باس کا حلیہ پوری تفصیل سے بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ میں مبران کو کال کر کے کہہ دیتا ہوں۔  
آپ سب فوری طور پر اڑے پر چھاپہ ماریں۔ مگر مجھے امید کہ ہے کہ اب وہاں سے کچھ ملے۔ بہر حال کوشش کریں کہ کوئی نہ کوئی اہم دستاویز وغیرہ وہاں سے مل جائے۔“ عمران نے جواب دیا اور ریسپورڈ رکھ دیا۔

”بیک زیرو۔“ جو بیک کو کہہ کر ماڈرن کالونی کی کوشی نمبر بارہ پر چھاپہ مارنے کا فوری انتظام کرواؤ۔ انہیں ساتھ ہی یہ بھی ہدایت دو کہ وہ بے حد محتاط رہیں۔ کیونکہ جس آدمی کا حلیہ کیپٹن شکیل نے بتلایا ہے، اگر واقعی وہی آدمی ہے جو میں سمجھ رہا ہوں تو پھر ہمارا مقابلہ انتہائی چالاک، عیار اور ظالم شخص سے پڑے گا۔“ عمران نے بیک زیرو کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ اور خود اٹھ کر لاہری ری کی طرف بڑھ گیا۔

بیک زیرو نے ریسپورڈ اٹھا کر جو بیک کے نمبر ڈائل کئے اور اُسے چھاپے کے متعلق ہدایات دینے لگا۔

عمران تھوڑی دیر بعد لاہری سے واپس آیا تو اس کے ہاتھ ایک فائل موجود تھی۔ عمران نے فائل کھول کر سامنے رکھ دیا۔ کافی دیر تک اس کا مطالعہ کرتا رہا اور پھر اس نے ایک نوٹ لکھ کر فائل کے اندر رکھ دیا۔

”بیک زیرو۔“ ہمارے ملک پر ایکپ گرس نے حملہ کر دیا ہے۔ میں اس مجرم سے آکسford کے زمانے میں ایک بار جسے بھی ٹھیک چکا ہوں۔ یہ بے حد خطرناک عیار اور ظالم شخص ہے۔“ عمران اس کے ساتھ ساتھ یہ انتہائی ستم ظریف بھی کہتا تھا۔ جو اسے۔“ جو اس انداز میں کرتا ہے کہ مجرم کی نوعیت ہیچ نہ سمجھتی بن جاتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ صدر مملکت کی ٹوپی اڑانے کا کام بھی اسی کا ہو گا۔“ عمران نے منظر پر رعب جمایا جانے کے اگر وہ ٹوپی اتار سکتا ہے تو سر بھی اڑانے سے علیحدہ کر سکتا ہے اور اب مجھے قطعی امید نہیں ہے کہ وہ بڑوں کو اڑانے میں سے کچھ ملے۔ بلکہ ہمارے ممبر ہی ان کا کسی مصیبت میں پیش کرتے ہیں۔“ یہ تو کیپٹن شکیل کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اتنے خطرناک مجرم کے پیچھے سے نکل آنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

بیک زیرو نے فائل کھولی اور اسے پڑھنے لگا۔ فائل میں صرف ایک ہی کاغذ تھا جو عمران کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔

”یہ تو آپ کی ذاتی یادداشت ہے۔“ بیک زیرو نے چونک کر کہا۔

”ہاں — اس مجرم کے متعلق کہیں بھی ریکارڈ موجود نہیں ہے — میں نے صرف ریکارڈ مکمل کرنے کے لئے اپنے طور پر یادداشت لکھ کر رکھ دی تھی تاکہ ریکارڈ مکمل ہو جائے۔ ورنہ تصور بھی نہیں تھا کہ کبھی پھر اس مجرم سے ٹکرائے گا کیونکہ یہ بہت اونچے ہاتھ مارنے کا عادی ہے اور زیادہ تر یورپ میں کام کرتا ہے۔ پہلی بار اس نے ایشیا کا رخ کیا ہے۔ اس کے صاف ظاہر ہے کہ معاملہ پیچیدہ خطرناک ہے گہرا ہوگا“ عمران نے جواب دیا اور پھر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں ماڈرن کا لونی میں جا رہا ہوں تاکہ میزوں کے چھاپے کو بچاؤ چیک کروں۔ میری چھٹی جس کہنہ دہی ہے کہ وہ ضرور اس کے پھندے میں پھنس جائیں گے۔“

”عمران نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکلا گیا۔ اور بلیک زیرو کو اب صبح منوں میں احساس ہوا کہ اسکیپ کرنا کتنا خطرناک مجرم ہوگا کہ عمران کو اپنے ساتھیوں کے پھنسنے کا یقین چکا ہے جبکہ تمام ممبران سمجھدار اور منجھے ہوئے جاسوس ہیں۔“

گرے کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا۔ اس کی آنکھوں میں غصے کے چراغ تو ایک طرف — سرخ لائٹیں جل اٹھیں تھیں۔ اور سامنے وہ لڑکی الزبتھ اور چار آدمی سرخجھکانے کھڑے کانپ رہے تھے۔ انہوں نے ابھی ابھی گرے کو کیپٹن شکیل کے فرار کی خبر سنا لی تھی۔ ان میں سے دو تو وہ تھے جو گرے اور گیری میں اس کے ہاتھوں بے ہوش ہوئے تھے اور باقی دو وہ تھے جو سڑک سے بچ کر واپس آئے تھے۔

گرے نے غصے کی شدت سے میز پر اتنے زور کا ٹکڑا مارا کہ میز کی سطح ایک دھماکے سے ٹوٹ گئی اور گرے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ”تم پانچوں نا اہل ثابت ہو چکے ہو — ایک عام سا آدمی ہمارے اتنے مضبوط اوڑے سے یوں آسانی سے باہر نکل جائے تو ہم پر

لعنت ہے۔“ گرے نے غصے سے دہانے ہونے کہا۔

”مگر جناب۔۔۔۔۔ وہ شخص عام آدمی نہیں تھا اس کے لڑنے اور گولیاں چلانے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ نہ صرف اس پیشے سے تعلق رکھنے والا ہے بلکہ انتہائی ماہر اور چالاک شخص ہے۔“ ایک آدمی نے لڑنے سے بچے لہجے میں جواب دیا۔

”شٹ اپ۔۔۔۔۔ یونان سنس سن آف پیس۔۔۔۔۔ اگر وہ تھا بھی تو تمہیں میں نے اس لئے ملازم رکھا ہے کہ صرف انڈیوں کو قتل کرتے رہو اور ماہروں سے مار کھا جاؤ۔“ گرے نے انتہائی گرجت لہجے میں کہا اور پھر جیب سے خنجر نکال کر اس نے الزتھ کو مخاطب کر کے کہا۔

”کیا کی بچتی۔۔۔۔۔ تمہاری وجہ سے وہ یہاں سے بھاگ سکا ہے اگر تم اسے ٹرنگ کا راستہ نہ دکھاتیں تو وہ زندگی بھر یہاں سے فرار نہ ہو سکتا۔۔۔۔۔ اس لئے سب سے پہلے مرنے کا سختی تمہارا ہے۔“ گرے نے کہا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور خنجر اس کے ہاتھ سے نکل کر سیدھا الزتھ کے سینے میں ترانہ ہو گیا۔

الزتھ ایک چیخ مار کر نیچے گر پڑی اور دو چار سیکنڈ ٹپنے کے بعد ٹھنڈی ہو گئی۔

باقی چار آدمیوں کے جسم موت کو اپنے سامنے دیکھ کر اس بری طرح کانپنے لگے۔ جیسے انہیں زلزلے کا بخار ہو گیا ہو۔ اسکیپ گرے چند لمحے انہیں بڑی کینہ تو نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس کا ہاتھ جیب میں

بیٹھا اور دوسرے لمحے جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بھاری بھر کم ریوا اور چمک رہا تھا۔

اور پھر اس نے سانس لئے بنڈ ٹریگر دبا دیا۔ چند سیکنڈ بعد وہ باروں آدمی فرش پر گر کر ترپنے لگے۔ گولیاں ان کے سینوں میں گھس چکی تھیں۔ گرے اس وقت تک ٹریگر دبا رہا چلا گیا۔ جب تک وہ چاؤں ٹھنڈے نہیں پڑ گئے۔

ان کے ٹھنڈے پڑنے کے بعد گرے نے ریوا اور پوری قوت سے کمرے کی دیوار پر دے مارا اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک کونے کی طرف بڑھ گیا۔ کونے کے قریب پہنچ کر اس نے زور سے اپنا پیر فرش پر مارا اور دوسرے لمحے کونے کی دیوار ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔ وہاں ایک چھوٹی سی الماری تھی جس میں ایک مشین فٹ تھی۔

گرے نے اس کا ایک ہین دبایا اور مشین میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ گرے نے مشین کے ساتھ منسلک مایک ہاتھ میں پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے ایک ہین دبا دیا۔

ہین دبتے ہی دوسری طرف سے ایک بھاری بھر کم آواز گونجی۔

”ہیلو۔۔۔۔۔ گانڈیلا پیکنگ۔۔۔۔۔ اور۔“

”اسکیپ گرے دس اینڈ۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ گرے نے ہتھوڑے

غصے سے دھارتے ہوئے کہا۔

”یس باس۔۔۔۔۔ حکم۔۔۔۔۔ اور۔“ گانڈیلا کی موہا بان آواز

سنائی دی۔

”گانڈیلا۔۔۔۔۔ اتم اپنے گروپ کو لے کر فوراً ہیڈ کوارٹر کو خفیہ

طور پر کور کر لو — مجھے خدشہ ہے کہ ہمارے ہیڈ کوارٹر پر ریڈ ہونے والا ہے۔ میں یہاں موجود تمام آدمیوں سمیت ہیڈ کوارٹر میں دو میں منتقل ہو رہا ہوں۔ اب ریڈ کرنے والوں کو کور کرنا تھا راکام بنے مگر یہ خیال رہے کہ ان میں سے کوئی مرے نہیں — کیونکہ میں نے ان سے معلومات لینی ہیں۔“

”بہتر جناب — میں دس منٹ بعد پہنچ رہا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں — گاڑ ڈیلا ہے پیچ کر کوئی نہیں جاسکتا۔“ گاڑ ڈیلا نے جواب دیا۔

”اور ایشنڈ آل“ — گرے نے کہا اور پھر مین دبا کر ابلہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک مین اور دایا اور پھر مائیک پر بکٹے لگا۔

”فبرون — اگرے پیکنگ — دس منٹ کے اندر اندر اپنے تمام آدمیوں سمیت ہیڈ کوارٹر سے باہر نکل جاؤ اور عارضی ہیڈ کوارٹر میں منتقل ہو جاؤ۔ دس منٹ بعد ہیڈ کوارٹر گاڑ ڈیلا کی تحویل میں چلا جائے گا۔ اور سنو — میرے کمرے میں پینچ لاشیں پڑی ہیں۔ انہیں بھی ساتھ لے جاؤ اور ہیڈ کوارٹر فبرون کی بھیٹی میں جلا دو۔“

گرے نے فبرون کو حکم دیا اور پھر مین دبا کر اس نے مائیک دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیا۔

پیلے والا مین دبا کر اس نے مشین بند کی اور دو قدم پیچھے ہٹ کر زور سے فرش پر پاؤں مارا۔ دیو اب پیلے والی حالت میں آگئی۔

کیپ گرے تیز رفترا اٹھتا کرے سے باہر نکل گیا چند منٹ راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے کمرے آیا اور اس نے وہاں موجود سوچے بورڈ کو جھٹکا فے کر ایک ہٹ کیا۔ سوچے بورڈ کے نیچے ایک چھوٹا سا خانہ بنا ہوا تھا گرے نے اس میں ہاتھ ڈال دیا۔

اندر موجود ایک اُبھری ہوئی جگہ کو انگوٹھے سے دایا۔ اس جگہ کے بننے ہی کرے میں سائیں سائیں کی آوازیں اُبھرنے لگیں۔ گرے نے سوچے بورڈ اپنی جگہ پر جمایا اور پھر کمرے کے درمیان میں کھڑا ہو گیا۔ چند منوں بعد کمرے وائیں طرف اوپر اٹھنے لگا۔ اور چند لمحوں بعد اچانک ایک جھٹکے سے رک گیا۔ اور گرے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اب وہ برآمدے میں تھا یہ برآمدہ کسی اور کو بھی کا تھا۔ برآمدے کے باہر ایک کار موجود تھی۔ گرے کار میں بیٹھا اور کو بھی سے باہر نکل گیا۔

کوٹھی خالی معلوم ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اب سب اندر آجائیں  
مگر اس کے باوجود چو کئے رہیں۔“

اور چند لمحوں بعد وہ چاروں جویا کے پاس پہنچ گئے۔ احتیاط  
کے پیش نظر وہ سب کے سب ایک دوسرے سے بھر کر عمارت کی  
طرف بڑھے۔ برآمدے میں پہنچ کر وہ سب اکٹھے ہو گئے۔  
”کوٹھی واقعی خالی ہے۔“ صفر نے مٹھن گن سیدھی کرتے  
ہمے کہا۔

اور پھر وہ سب ایک دروازہ کھول کر کمرے کے اندر داخل ہو  
گئے۔ مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک بال کمرے میں پہنچ  
گئے۔ اب انہیں مکمل طور پر یقین ہو چکا تھا کہ کوٹھی میں کوئی بھی  
آدم زاد موجود نہیں ہے۔ البتہ کوٹھی میں فرنیچر اسی طرح موجود تھا  
ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں موجود لوگ ابھی ابھی اٹھ کر باہر چلے  
گئے ہوں۔

جولین نے جیب سے بی فور کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کی فریکوئنسی سیٹ  
کر کے اس نے بٹن دبا دیا۔

”بیلو۔۔۔ کیپٹن شکیل۔۔۔ کس پوزیشن میں ہو۔ رپورٹ  
دو۔۔۔ اور۔“ جولین نے کہا۔

”میں اور تنویر سرنگ میں داخل ہو چکے ہیں۔۔۔ سب کچھ خالی  
پڑا ہوا ہے۔۔۔ کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔۔۔ اور۔“ دوسری  
طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ کوٹھی قطعی خالی ہے۔ ہم دمیانی بڑے ہال

جو لیا کی ہدایت پر سیکرٹ سروس کے تمام ممبران مجرموں  
کے ہیڈ کوارٹر کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ کیپٹن شکیل اور تنویر نے  
کوٹھی کے اندر جانے کے لئے سرنگ کا راستہ منتخب کیا۔

جولیا۔ صفر، نعمانی، صدیقی اور جوبان نے سامنے کے  
درخ سے کوٹھی میں داخلے کا پروگرام بنایا۔ وہ سب پوری طرح مسلح  
اور چو کئے تھے۔ مگر کوٹھی انہیں خالی خالی سی محسوس ہو رہی تھی  
اس کے باوجود احتیاط کے پیش نظر جولیا پہلے خود کوٹھی میں داخل  
ہوئی۔ کوٹھی کا چھانک کھلا ہوا تھا۔ جولیا نے کوٹھی کے اندر داخل  
ہو کر بڑی احتیاط سے ماحول کا جائزہ لیا۔

اور جب اسے مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ کوٹھی واقعی خالی ہے  
تو اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر بی فور ٹرانسمیٹر نکالا اور اس  
کی راڈ کھینچ کر کہا۔

لہے کی دیوار ایک طرف سے پھٹا اور دوسرے لمحے اس میں سے  
 بایسا انسان اندر داخل ہوا جو اپنے قد و قامت اور جسم کے پھیلاؤ  
 وجہ سے کوہ قاف کا دیو معلوم ہو رہا تھا۔ اتنا زیادہ جیم ہونے کے  
 بعد اس کا جسم بے حد سڈول اور طاقتور نظر آ رہا تھا۔  
 ”ہیلو دوستو — گاڑ ڈیلا تمہارے سامنے ہے اور تمہیں مجھے دیکھ  
 ہی اندازہ کر لینا چاہیے کہ اب تمہاری مزید جلد بہت فضول ہو گئی۔  
 لئے بہتر ہے کہ اپنے ہاتھ اٹھا کر پھیلی دیوار کی طرف منہ کر لو۔“  
 گاڑ ڈیلا نے زہریلے لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 ”اگر ہم ایسا نہ کریں تو — — —“ صدر نے جواب دیا۔  
 ”تو پھر اپنے انجام کے لئے تیار ہو جاؤ — — — مجھے صرت اپنے ہاتھوں  
 معمولی سی تکلیف دینا پڑے گی اور تم سب کے جسم و حصوں میں تقسیم  
 کر رہ جائیں گے۔“ گاڑ ڈیلا نے جیسا کہ اوپر کرخت لہجے میں جواب دیا۔  
 ویسے یہ سختی بھی حقیقت۔ گاڑ ڈیلا واقعی ایک دیو معلوم ہو رہا تھا۔  
 ٹوکیپن شکیل، صدر، تنویر اور ان کے دوسرے ساتھی کافی قد و  
 قامت اور اچھے جسم کے مالک تھے مگر گاڑ ڈیلا کے سامنے وہ بھی بچے  
 معلوم ہو رہے تھے۔

اچانک صدف نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جیب میں موجود ریو الوور باہر نکال لیا۔ مگر جیسے ہی ریو الوور اس کے ہاتھ میں آیا اس کے ہاتھ گزردار چمکا لگا اور ریو الوور بھی شین گن کی طرح اس کے ہاتھ سے ہٹ کر چھٹ گیا۔

”فضول گوشش ہے۔۔۔۔۔۔ تم سب کی جیبوں میں ریو الوور

میں موجود ہیں۔ تم بھی وہیں آ جاؤ۔ اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ کوئی کی تلاش لے کر باس کو رپورٹ سے دی جائے۔ اور اینڈ آل۔۔۔ جو یانے اُسے ہدایت دی اور بن ڈاکٹر ٹرائیمر دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ اب وہ بڑے مطمئن انداز میں کھڑے تھے۔ تقریباً دس منٹ بعد دروازہ کھلا تو کیپٹن شکیل اور نویر اندر آ گئے۔

”یہاں تو واقعی کچھ بھی نہیں۔“ کیپٹن شکیل نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ اب سب لوگ مختلف کمروں میں بکھر کر تلاشی شروع کرو اور کوشش کرو کہ کوئی ایسی چیز مل جائے جس سے ملزموں کا کیلو مل سکے۔“ جو لیا نے تلاشی کا حکم دیتے ہوئے کہا۔

مگر اس سے پہلے کہ کوئی نیولیا کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک کمرے میں ایک تیز سرسراہٹ کی آواز گونجی اور دوسرے لمحے وہ سب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہال میں موجود چار دروازوں پر آہنی چادریں لگ گئیں اور پھر دوسری حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ اچانک ان کے ہاتھوں کو زوردار جھٹکے گئے اور ان کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی شین گئیں ان کے ہاتھوں سے نکل کر اڑتی ہوئی چھت کے ساتھ باکرہ چٹ گئیں۔

وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کچھت پر بھی آہنی چادریں چڑھ گئی تھیں۔ اور اس میں بجبلی کی طرح کی لہریں کوند رہی تھیں۔ اب وہ خالی ہاتھ حیران پریشان کھڑے تھے۔

ابھی وہ اس اچانک افتاد پر سنبھلنے بھی نہ پاتے تھے کہ اچانک

شاید فولاد کا بنا ہوا تھا۔ وہ ہستور کھڑا رہا۔ اس کے منہ سے خوفناک  
تہمتیں نکل رہے تھے۔ اور صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں اپنا سامان  
نے نمرہ گئے۔ ان کی ٹکڑوں کا گاڑیلا پر ہلکا سا اثر بھی نہیں ہوا تھا۔  
گاڑیلا واقعی فولادی آدمی تھا۔

ادھر تنویر گاڑیلا کے ہاتھ میں ہی ڈھیلا پڑ چکا تھا۔ گاڑیلا کی  
گرفت ہی اتنی سخت تھی کہ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ گاڑیلا نے  
بھی تنویر کی بے ہوشی کو محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ اس نے جھٹکا دے  
کر تنویر کو دور پھینک دیا۔ اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ کیپٹن  
شکیل اور صفدر کی طرف پھیلانے۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ ان میں سے کسی کو پکڑتا۔ نعمانی، عدیقی  
اور جہان تیز گاہ سے اس پر چڑھ دوڑے اور انہوں نے مسلسل اس  
کے پیٹ اور پہلوؤں پر ٹھکریں مارنی شروع کر دیں۔

اسی لمحے گاڑیلا نے ایک خوفناک تہمت لگایا اور پھر اس کا ہر لور  
تھبڑ صمدی کے منہ پر پڑا۔ اور صمدی کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا دس  
فٹ دور ال کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور نیچے گر کر سکت ہو گیا۔ وہ بیہوش  
ہو چکا تھا۔

گاڑیلا نے بڑی چھرتی سے گھوم کر جوہان کا بازو پکڑ لیا اور ایک جھٹکا  
دے کر دور پھینک دیا۔ جوہان کے منہ سے دردناک چیخ نکلی اور وہ اپنا  
بازو پکڑ کر فرسش پر تر پڑنے لگا۔ شاید اس کا بازو کندھے سے نکل گیا  
تھا۔

کیپٹن شکیل، صفدر، نعمانی اب اس سے دور کھڑے ہو گئے۔

اور خنجر وغیرہ موجود ہیں۔ مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ چھت کی پادری  
میں ایسی لہریں دوڑ رہی ہیں کہ جس وقت بھی ان ہتھیاروں کو تھک لگے  
وہ اسے اپنی طرف کھینچ لیں گی۔ اس لئے تم ان ہتھیاروں کو استعمال  
نہیں کر سکتے۔ گاڑیلا نے بڑے اطمینان سے لہجے میں انہیں  
سمجھاتے ہوئے کہا۔

مگر دوسرے لمحے اس کے قریب کھڑے تنویر سے اس کی یہ  
خود اعتمادی اور طنز لہجہ برداشت نہ ہو سکا۔ چنانچہ اس نے اچانک  
گاڑیلا پر پوری قوت سے فلائنگ لگ لگا دی۔ گو تنویر جسمانی طور سے  
ان سب سے زیادہ قوی ہیکل تھا۔ اور اس نے فلائنگ لگ بھی پوری  
قوت سے لگائی تھی۔ مگر گاڑیلا کو شاید اتنا بھی محسوس نہیں ہوا جتنا  
کسی کے جسم پر پھول کی چوٹ پڑتی ہے۔ اُنٹا تنویر سر کے بل فرش  
پر جا پڑا۔ گاڑیلا کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

دوسرے لمحے گاڑیلا اچانک انتہائی چھرتی سے اپنی جگہ سے اُچھلا  
اور اس نے برق کی سی تیز گاہ سے اٹھتے ہوئے تنویر کی گردن پر چڑی اور  
تنویر اس کے ہاتھوں میں کسی کیچے کی طرح لٹکتا چلا گیا۔

اور نیسے ہی گاڑیلا نے تنویر کو اٹھایا۔ اس کے منہ سے کھی کھی  
کی جھانک اور کرخت آوازیں نکلنے لگیں۔ اس نے تنویر کو سامنے والی  
دیوار کی طرف اچھالنے کے لئے اپنے ہاتھ کو جھلایا ہی تھا کہ صفدر اور کیپٹن  
شکیل دونوں نے اس پر جھلٹکیں لگا دیں۔

کیپٹن شکیل نے اچھل کر پوری قوت سے اس کے دائیں پہلو  
پر سر کی ٹھمار ماری اور صفدر نے اس کے پیٹ پر۔ مگر گاڑیلا کا جسم

پھت سے جاچکا اور اسی لمحے جو لیا کو بھی خیال آیا کہ اس نے خواہ مخواہ اپنا نقصان کیا۔

گاڑیلا اتنا طاقت ور ہونے کے باوجود حیرت انگیز حد تک پھرتیلا ثابت ہو رہا تھا۔ وہ تیزی سے ہویا کی طرف پڑکا اور صفر نے اس کا پیچھا کرنا چاہا۔ گاڑیلا اچانک پلٹا اور اس کی لات گھومتی ہوئی صفر سے ٹکرائی اور صفر فرش پر ہی ڈھیر ہو گیا۔ گاڑیلا نے جھپٹ کر فرش سے اٹھتے ہوئے صفر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور پھر اسے اپنے سر پر گھماتے ہوئے کیپٹن شکیل اور صدر قہر دے مارا۔

اس کے بعد گاڑیلا نے ان تینوں کو چھاپ لیا اور پھر ان نے ان تینوں کی کیپٹیوں کو اپنی ایک انگلی اور انھوں سے آمسہ دے دیا اور وہ تینوں بے ہوش ہو گئے۔ انہیں ایسا محسوس ہوا تھا جیسے ان کے دماغ کو کسی آہنی پلاس میں بجز کر دیا گیا ہو۔

اب کمرے میں صرف ہویا رہ گیا تھی۔ گاڑیلا اسے بڑی تیزی سے نظروں سے دیکھنے لگا۔ ہویا کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ پوری سیکرٹ سروس کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔ اس نے اس نے ہاتھ اٹھائے میں ہی غایت سمجھی۔ وہ بھلا کیلی اس دیو زاد کا کیسے مقابلہ کر سکتی تھی۔

"شاہاش — میری گڑیا — تم بے حد عقلمند ہو۔ اگر باس نے مجھے روکا نہ ہوتا تو تم میری طاقت کا مزید مظاہرہ دیکھتیں۔ میں ان جہموں کے ہزاروں ٹکڑے کر چکا ہوتا۔ مگر باس کے حکم کی وجہ سے مجبور ہوں۔ اچھا — خیر —" گاڑیلا نے زہریلی آہنسی

ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس دیو سے کس طرح بڑھا جائے۔  
 "آؤ — آؤ دوستو — تم بھی طاقت آزمائو، گاڑیلا نے انہیں چراتے ہوئے کہا۔

مگر وہ تینوں اب سمجھ چکے تھے کہ طاقت سے اس دیو کو تسخیر کرنا ناممکن ہے۔ اس نے کوئی اور طریقہ استعمال کرنا پڑے گا۔ مگر ایسا کیا طریقہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

اچانک کیپٹن شکیل کی سمجھ میں ایک ترکیب آگئی۔ اس نے بڑی پھرتی سے جیب سے رمال نکالا اور پھر رمال کو ہاتھ پر اچھی طرح پیٹ کر اس نے جیب سے رمال اور نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالا اور شاید بات گاڑیلا کی سمجھ میں بھی آگئی۔ اس نے اچانک اپنی جگہ سے جھلانگ لگائی اور پھر وہ کیپٹن شکیل کو دو رنگ رگید تاج چلا گیا۔ کیپٹن شکیل کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی پہاڑ سر پر آگرا ہو۔ اور پھر گاڑیلا نے پوری قوت سے دھکا دے کر کیپٹن شکیل کو دیوار کے ساتھ ٹکرا دیا۔

اور پھر وہ پھرتی سے مڑا اور اپنے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے کیپٹن شکیل کو کسی گھولنے کی طرح اٹھا کر صدیقی پر فے مارا۔ کیونکہ صدیقی بھی کیپٹن شکیل کی ترکیب پر عمل کرنے والا تھا۔

صفر اپنا ریلو اور پہلے ہی اڑا چکا تھا۔ مگر ہویا کے پاس ریلو اور موجود تھا۔ اور اب تک ہویا ناموش کھڑی قماشہ دیکھتی رہی تھی۔ مگر اب اس نے بھی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریلو اور نکالنا چاہا۔ مگر شاید جلدی میں وہ صفر کے ریلو اور کا حشر بھول گئی تھی۔ چنانچہ اس نے جیسے ہی ریلو اور باہر نکالا۔ ریلو اور ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے نکل کر



عام ساکرہ تھا۔

اس کے ساتھ ہی دروازے کھل گئے اور پانچ قوی بیکل نوجوان  
سنین گئیں اٹھائے اندر داخل ہوئے۔  
”اسلمہ میٹ لو اور یہیں ٹھہرو۔ اگر کسی کو ہوش آنے لگے  
تو کھوپڑی چھڑا دینا۔ میں باس کو کال کرنے جا رہا ہوں۔“  
گاز ڈیلائے تنکنا نہ بلجے میں کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہال  
سے باہر چلا گیا۔



اسکیپ گئے کا نام معلوم ہوتے ہی عمران کا ذہن آندھیوں  
کی زو میں آگیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیپٹن ٹیکیل نے عیدہ ٹیک بٹلایا ہے  
اور مجرم واقعی گسے سے تو پھر پوری سیکرٹ سروس کا حشر ہو جانا ہے۔  
اسکیپ گسے خوفناک نہ بیک غلام۔ چالاک اور عیار مجرم ہے۔ اس  
نے کوئی چھوڑ کر فرار ہونے کی بجائے قتل آوروں کو تھکانے لگانے کا  
پروگرام بنانا ہے۔

اور عمران کو معلوم تھا کہ اس کے ساتھی گسے کی عیاریوں کا مقابلہ  
نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے فوری طور پر اس نے خود ہاں پہنچے ہائیڈ  
کر لیا تھا۔ چنانچہ اس کی کار پوری رفت سے گسے کے ہیڈ کو آرٹ

منتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیز پیڑی سے چلتا ہوا جولیا کے قریب  
آیا۔ جولیا بے حس و حرکت کھڑی تھی۔  
”غالب صورت لڑکی ہو۔۔۔ مگر میرے کس کام کی۔“ گاز ڈیلائے  
اس کے قریب آکر کہا۔

دوسرے لمحے انس کا ہاتھ گھوما اور جولیا غریب مری ہوئی چھپکلی  
کی طرح ٹپ سے فرسش پر گر گئی اور بے ہوش ہو گئی  
”ہا۔۔۔۔۔ گاز ڈیلائے سے مقابلہ کرنے نکلے تھے۔ بزدل  
چروے۔“ گاز ڈیلائے طنزہ انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کوٹنے کی طرف بڑھا جہاں سے  
دیوار سمٹی تھی۔ اور وہ اندر آیا تھا۔ دیوار کے قریب آکر اس نے زور  
سے مالی بجائی۔ اس کی تالی کی خوفناک آواز کمرے میں گونج اٹھی۔ اس  
کے ساتھ ہی دیوار ایک بار پھر سمٹ گئی۔ اور ایک قوی بیکل نوجوان  
اندر داخل ہوا۔

”مائیکل۔۔۔۔۔ مائیگل سسٹم ختم ہو گیا۔ دو اور دروازے کھول دو۔  
چوبے ختم ہو گئے ہیں۔“ گاز ڈیلائے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور  
نوجوان تیزی سے خلا میں گھوم گیا۔

چند لمحوں بعد ایک تیز سرسراہٹ سے دروازوں پر پڑی ہوئی  
آہنی چادریں اوپر اٹھتی چلی گئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک ہلکی سی  
گوگنچ پیدا ہوئی۔ اور چھت کی چادریں گوندنے والی بجلیاں بھی غائب  
ہو گئیں۔ اور شین گئیں اور دیوار پر پکے ہوئے چھلوں کی طرح نیچے فرش پر  
آگے اور چھت کی چادر بھی چند لمحوں بعد غائب ہو گئی۔ اب وہ ایک

کی طرف اٹھی چلی جا رہی تھی۔ جلد ہی وہ اس کوٹھی کے قریب پہنچ گیا جس کی نشاندہی کیپٹن فیکل نے کی تھی۔ تھوڑی دور پہلے اس نے کار پوری رفتار پر روک دی۔ اور پھر گھومتا ہوا کوٹھی کے عقب میں آگیا۔ کوٹھی کی دیوار میں چھوٹی چھوٹی جھونکی تھیں۔ اس نے عمران انہیں بغیر کسی رکاوٹ کے بھانگ گیا۔ کوٹھی کے اندر جو کا عالم طاری تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوٹھی میں کوئی ذی روح موجود نہ ہو۔ مگر اس کے باوجود اس کی جھپٹی جس کبر رہی تھی کہ اندر کوئی گزرتا ہے۔

چنانچہ دیوار چاند کروہ دیکھتا ہوا اصل عمارت کی طرف تیزی سے بڑھا اور پھر نیسے ہی وہ برآمدے کا موڑ مڑا اور ایک کونے میں ٹھٹک گیا۔ اس نے تین قومی بمیکل نوجوانوں کو ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑے برآمدے میں پسہ دیتے دیکھا۔

عمران نے جب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ریوا نور نکال لیا۔ اور دوسری جیب سے سائینسر نکال کر تیزی سے اس پرنٹ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ حیران بھی ہو رہا تھا۔ کہ اس کے قام ساختی آخر کہاں چلے گئے ہیں۔ یا تو وہ ابھی پہنچے نہیں یا پھر وہ پھنس چکے ہیں۔ جس وقت عمران نے ریوا نور پر سائینسر لگا کر اس کا رنج ان لوگوں کی طرف کیا۔ اسی لمحے وہ تیزی سے برآمدے کے کونے والے کمرے میں چلے گئے۔ اور اب برآمدہ خالی پڑا تھا۔

عمران انتظار کرنے لگا کہ شاید وہ دوبارہ برآمدے میں آئیں۔ مگر جب کافی دیر گزر گئی اور کوئی واپس نہ آیا تو عمران بڑے مشاط انداز میں برآمدے میں داخل ہو گیا۔ اور پھر وہ اس کونے والے

کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ بدعنوان تینوں گئے تھے۔ مگر کمرہ خالی تھا۔ البتہ سامنے والی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور اس سے ایک گیلری صاف نظر آرہی تھی۔

عمران دبے دبے قدموں اس دروازے کی طرف بڑھا۔ اور اسی لمحے اسے دور سے تیز سرسراہٹ کی آوازیں گونجنی سنائی دیں۔ آوازوں سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے فواد دیو چادریں گر رہی ہوں اس نے گیلری میں جھانکا تو اسے گیلری کے آخری کونے پر چار نوجوان مشین گنیں اٹھائے کھڑے نظر آ گئے۔ وہ اپنے سامنے موجود بند دروازے کو گھوڑے تھے

چند لمحوں بعد گیلری کے موڑ سے ایک قومی بمیکل نوجوان گیلری میں آیا اور وہ بھی دروازے کے سامنے آکر رک گیا۔ اس کے دہان پہنچتے ہی وہ دروازہ کھل گیا اور پانچوں دروازے میں داخل ہو گئے ان کے اندر جاتے ہی عمران بھی تیزی سے کمرے سے نکل کر گیلری میں آگیا اور دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

مگر ابھی وہ دروازے سے کافی دور تھا کہ اچانک ایک دیو قامت آدمی دروازے سے باہر نکلا۔ اور اب عمران کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ دیوار کے ساتھ چٹ جائے۔ چنانچہ وہ دیوار کے ساتھ چٹ کبے حس و حرکت ہو گیا۔ مگر وہ دیو قامت تیزی سے مڑ کر گیلری کے دوسری طرف بڑھنے لگا۔ بدھ سے دو پانچواں آدمی آتا تھا۔ اس کی نظریں عمران پر پڑی ہی نہیں تھیں۔ عمران اس کی

قدو قامت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ شخص کوئی دیلمعلوم ہو رہا تھا اتنی بھاری جہر کی جہامت کا مالک ہونے کے باوجود اس کی چال میں بے حد پھرتی تھی۔ اس نے چند ہی لمحوں میں وہ گیلی کا موڑ مڑ کر اسکی نظروں سے غائب ہو گیا۔ اب عمران نے پہلے سے زیادہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر وہ دکا اور پھر اس نے سر اگے کر کے کھلے دروازے کے اندر بھاگنا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کیونکہ دروازے سے ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو فرش پر پڑے ہوئے صاف دیکھ لیا تھا۔ جس انداز سے وہ بچھے پڑے تھے اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اول تو وہ سب ختم ہو چکے ہیں، ورنہ کم از کم بے ہوش ضرور ہیں۔

ایک مسلح آدمی اسے دروازے کے بالکل سامنے کھڑا دکھائی دیا۔ دروازے کی طرف اس کی پشت تھی۔ عمران نے رپو اور سیدھا کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ مگر سی ٹھک کی آواز نکلی اور وہ آدمی منہ کے بل فرش پر گر گیا۔

عمران اچھل کر دروازے کے اندر داخل ہو گیا اور پھر اس نے اتنی تیزی سے ٹریگر دبائے کہ اس سے پہلے کہ اندر موجود آدمی سنبھلے باقی تین آدمی اس کی گولیوں کا شکار ہو چکے تھے۔ پانچویں نے بڑی پھرتی سے اس پرشین گن کا فائر کھول دیا۔ مگر عمران اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اور پھر اس کی پانچویں گولی نے اس آدمی کو فائر کرنے کے قابل ہی نہ رکھا۔

ان پانچوں کے مرتے ہی عمران نے دروازہ بند کیا اور پھر تیزی سے اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھا اور اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ وہ مرے نہیں تھے بلکہ بہوش تھے۔ اب عمران کے پاس انہیں ہوش میں لے آنے کا دوسرا طریقہ یہی تھا کہ وہ ان کے چہروں پر تھپڑوں کی بارش شروع کر دے۔

چنانچہ یہی ہوا۔ عمران کے زوردار تھپڑ جس کے چہرے پر بھی پڑے وہ فوراً ہی ہوش میں آ گیا۔ اور تقریباً دس منٹ کے وقفے میں وہ اپنے سب ساتھیوں کو ہوش میں لا چکا تھا۔

پھر مسافر اور کیپٹن شکیل نے اسے گاڑیلا کے متعلق بتلایا۔ اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دوسرے لمحے وہ دو زائد گاڑیلا کرے میں داخل ہوا۔ مگر اندر داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کی شعلہ بار آنکھوں میں شدید حیرت اندازی تھی۔ جب اس نے اپنے تمام آدمیوں کو مڑوہ اور بے ہوش آدمیوں کو ہوش میں دیکھا۔

اسے اندر آتا دیکھ کر سیکرٹ سروس کے تمام ممبران نے دہان پڑے ہوئے ہتھیار سنبھالے اور ان کا رخ گاڑیلا کی طرف کر دیا۔ وہ شاید گاڑیلا سے انتقام لینے کے لئے بے قرار تھے مگر عمران نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا اور گاڑیلا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”گاڑیلا۔۔۔۔۔ شاید تمہیں یاد ہو۔۔۔۔۔ آج سے میں ایکس سال پہلے جرمنی میں پروفیسر شو کام اور میں تمہارے مقابلے پر آئے تھے اور تمہیں جان بچا کر بھاگنا پڑا تھا۔ مگر اس وقت تم اتنے قدو قامت کے

مجھ میں خالی ہاتھ کھڑا ہوں۔" گارڈیلا نے بڑے طنز یہ انداز میں جواب دیا۔

"تم نیک نہ کرو گارڈیلا۔ تمہیں آتشیں اسلحہ سے ختم نہیں کیا جائے گا۔" عمران نے جواب دیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا ریلوڈ صفدر کی طرف اچھال دیا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" عمران صاحب یہ دیو زاد بیفر آتشیں اسلحہ کے ختم نہیں ہو گا۔ آپ آگے سے ہٹ جائیں ہم ابھی اسے گولیوں سے چھلنی کر دیتے ہیں۔" صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم اس کے اور میرے درمیان مت آؤ۔ میرا اور اس کا حساب بڑا پرانا چل رہا ہے۔" پردیفیئر شوکام میرا بہترین استاد تھا اور اس نے جس انداز میں میرے استاد کو ختم کیا۔ میں اس سے زیادہ جھانک انداز میں اسے ختم کر دوں گا تاکہ میرے استاد کی روح مطمئن ہو سکے۔" عمران نے جذباتی انداز میں کہا۔

"ہی۔ ہی۔ ہی۔" کیا پدی اور کیا پدی کا شور۔" گارڈیلا نے اسے اور زیادہ چڑایا۔

"تم سب لوگ کمرے سے باہر نکل جاؤ اور کوٹھی میں پہرہ دو کسی کو اس کمرے میں مت آنے دینا۔" میں گارڈیلا کو بتاتا ہوں کہ پدی کیا ہوتی ہے اور ہاتھی کا شور بہ کیسے بنتا ہے۔" عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

عمران صاحب۔! یہ جذبات میں آنے کا وقت نہیں ہے۔

مالک نہیں تھے۔ اب ایک بار پھر تم اور تمہارا باس اس کیپ گرسے میرے مقابلے پر آئے ہو۔ اس بات کو یاد رکھنا کہ یہاں سے تم اپنی جان میں سلامت نہیں لے جا سکتے۔" عمران نے اپنا قنارہ کرتے ہوئے کہا۔

گارڈیلا اب قدرے مطمئن نظر آ رہا تھا شاید حیرت کے پہلے دھچکے سے وہ گزریچکا تھا۔ اس نے آنکھیں سکڑ کر عمران کو لبور دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی اور اس نے خوفناک لہجے میں کہا۔

"اوہ۔۔۔ مجھے یاد آ گیا۔۔۔ تم دبی لونڈے ہو جو پردیفیئر شوکام کے ساتھ کام کرتے تھے۔ شاید تمہارا نام عمران ہے۔ اس وقت حالات ہی ایسے ہو گئے کہ ہمیں جگا پڑا۔ مگر تمہیں شاید پردیفیئر شوکام کے انجام کے متعلق معلوم نہیں ہے۔ میں نے اس سے ایسا خوفناک انتقام لیا تھا کہ اس کی روح صدیوں تک تڑپتی رہے گی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کی ہڈیاں توڑی تھیں اور اپنے دانتوں سے اس کا گوشت جھینسوا تھا۔ تم ہمیں نہیں نہ ملے۔۔۔ چلو اچھا ہوا اب تم ٹکرائے ہو۔ اب ہم اپنا انتقام پورا کر لیں گے۔ گارڈیلا کے لہجے میں اطمینان کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔ جیسے عمران اور اس کے ساتھیوں کی اس کی نظریں پر کراہ کی بھی حیثیت نہ ہو۔

"یہ تمہاری بھول ہے گارڈیلا۔۔۔ تم چاہتے تھے بھی طاقت ور ہو۔ مگر میرے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ میں اپنے ہاتھوں سے تمہاری ہڈیاں توڑ سکتا ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔

"اگر تمہیں اپنی طاقت پر اتنا ہی گھنڈ ہوتا تو تم اور تمہارا ساتھیوں نے یہ لوہے کے گھٹولے نہ سنبھالے ہوئے ہوتے دیکھو

آپ کہتے بھی طاقت ور ہوں مگر اس دلو سے نہیں جیت سکتے ہم سب مل کر کوشش کر چکے ہیں۔" کیپٹن ٹیکیل نے عمران کو سمجھانے ہوئے کہا۔ وہ سب محسوس کر چکے تھے کہ عمران جذبات میں آکر اپنا زندگی کو داؤ پر لگا رہا ہے۔

"تم نے ابھی عمران کو دیکھا ہی نہیں ورنہ — بہر حال وقت مت ضائع کرو — اگر تم تماشا دیکھنا ہی چاہتے ہو تو پھر بال سے باہر نکل کر دروازے پر کھڑے ہو جاؤ۔" عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

اور پھر اس کے ساتھی ایک ایک کر کے بال سے باہر نکل گئے۔ البتہ جو لیا اور جو بال و دین کھڑے رہے۔ چونکہ اپنا بازو پھٹے ہوئے تھا۔ باقی ساتھی بھی بال کے مختلف دروازوں پر جم گئے۔ ان کا خیال تھا کہ عمران کو ان کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔

"تم بہت جیالے اور جذباتی جوان ہو۔" مجھے تمہاری یہ بہت پسند آئی ہے۔ اس لئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بھی ایک موت نہیں ماروں گا۔" گاڈ ڈیلا نے اپنے جسم کو سیدھا کرتے ہوئے رحم بھرے لہجے میں کہا۔

"وقت مت ضائع کرو گاڈ ڈیلا۔" میں تمہارے پاس کو جلد از جلد تمہاری لاش کا تھکے بھیجنا چاہتا ہوں۔ عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

اور اسی لمحے وہ بکلی کی طسرح اپنی جگہ سے اچھلا اور اس کے دونوں پیر پوری قوت سے گاڈ ڈیلا کے چہرے پر پڑے۔ گاڈ ڈیلا کا مہر

لہجہ جھٹکا کھا کر رہ گیا۔ اور عمران دوسرا وار کرنے کے لئے سیدھا آگیا۔ مگر گاڈ ڈیلا نے بڑی بھرتی سے قدم آگے بٹھایا اور دوسرے لمحے اس کا دایاں فولادی بازو پوری قوت سے حرکت میں آیا۔

عمران نے اس کے وار سے بچنے کے لئے اپنے جسم کو بائیں طرف سیٹھا مگر گاڈ ڈیلا صرف دو قیامت ہی نہیں رکھتا تھا بلکہ لڑائی بھڑائی کے فن میں بھی طاق تھا کیونکہ اس نے دائیں بازو کو حرکت دے کر بائیں ہاتھ کا ہیر پور تھپڑ عمران کے چہرے پر مارا۔ اور عمران اچھل کر دو فٹ دور جا گر۔ یہ عمران ہی تھا کہ اس کا تھپڑ کھا کر صرف دو فٹ دور گر گیا تھا۔ اگر عمران کی بجائے کوئی اور ہوتا تو اس کے لئے یہی تھپڑ کافی ہو جاتا۔

نیچے گئے ہی عمران بھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اس کی آنکھوں میں غصے کے چراغ جل اٹھے تھے۔ چنانچہ اٹھتے ہی اس نے تیزی سے جست لگائی اور پھر اس کا ہڈکا پھٹکا جسم فضا میں تیرتا ہوا گاڈ ڈیلا کی طرف بٹھا۔

گاڈ ڈیلا نے اسے روکنے کے لئے اپنے ہاتھ اٹھائے مگر عمران نے اس کے قریب آتے ہی اپنے جسم کو سیکڑا اور پھر وہ بکلی کے کوندے کی طرح لپکتا ہوا اس کے سر کی دائیں سائیڈ سے ہوتا ہوا اس کی پشت پر جا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گاڈ ڈیلا کے حلق سے ایک غونناک اور کبیرہ چیخ نکلی۔ عمران اس دوران اپنا کام دیکھا چکا تھا۔ اس کی فولادی انگلی نے گاڈ ڈیلا کی آنکھ باہر نکال دی تھی۔ اور گاڈ ڈیلا کی اس آنکھ سے خون اور مواد بہنا شروع ہو گیا۔ عمران اس کی پشت پر گرے ہی ایک بار پھر

اٹھ کر کھڑے ہو چکا تھا۔

گازڈیلا بیچ مارے ہی تیزی سے پہلے اور پھر مست ماحتمی کی طرح عمران پر پہلے پڑا۔ عمران جہاں موجود تھا۔ وہاں قریب ہی دیوار تھی اور

شاید گازڈیلا کا خیال تھا کہ وہ عمران کو اپنے اور دیوار کے درمیان دب کر جیو جیو کی طرح مسل دے گا۔ مگر عمران اس کے تصور سے

بھی کہیں زیادہ پھسرتیلا تھا۔ چنانچہ گازڈیلا جیسے ہی جوشش کی شدت میں اس کی طرف بڑھا وہ دیوار کی طرف ہٹتا چلا گیا۔ اور گازڈیلا اپنی

ترکیب کو کامیاب ہوتے دیکھ کر اور بھی جوشش میں آ گیا۔ اور پھر دیکھتے ہی گازڈیلا دیوار کے قریب پہنچا۔ عمران یکدم نیچے

بیٹھ گیا۔ اور گازڈیلا ایک دھماکے سے دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔ گو اس نے اپنے ہاتھ دیوار پر رکھ کر اپنے آپ کو روکنے کی

کوشش کی مگر اسی لمحے عمران نے پوری قوت سے اپنا سراسر کے بیٹے میں مار دیا اور گازڈیلا جو اپنے آپ کو روکنے کی کوشش میں تھا اس ٹکڑے

سہارے سے اڑا اور ایک دھماکے سے پشت کے بل فرش پر گر گیا۔ اور اسی لمحے عمران نے اپنی پینڈل سے بندھا ہوا خنجر کھینچا اور برقی کی سی تیزی سے

اس کا خنجر فرش پر گرے ہوئے گازڈیلا کی ناک کے نیچے گھس چلا گیا۔ گازڈیلا نے ایک ہولناک چیخ ماری اور پھر جنوں کے عالم میں

اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر اتنی دیر میں عمران کا خنجر تقریباً پانچ بار اس کے پہلوؤں

کو چھید چکا تھا۔ اور اب وہ جنوں کے عالم میں عمران کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگ پڑا۔ ویسے یہ بات عمران ہی جانتا تھا کہ اگر ایسا

وہ گازڈیلا کے قبضے میں آگیا تو پھر اس کی ایک بھی لمبی سلامت نہیں رہتی۔ مگر اس کا چنکر لگا کر عمران پھر اسی جگہ آگیا جہاں گازڈیلا کا خون گونی مقدار میں فرش پر موجود تھا۔

اس نے اپنے پر خون سے بجا کر فرش پر رکھنے اور آگے بڑھ گیا۔ مگر اس کے نیچے غصے کی شدت میں بھاگتا ہوا گازڈیلا جب اس

پر پہنچا تو اس کے پیر اپنے ہی خون پر پڑے اور وہ پھسل کر ایک زوردار دھماکے سے منہ کے بل فرش پر آگرا۔

اسی لمحے عمران واپس پہلے اور اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر کو پوری قوت سے اس کی گردن کی پشت میں گھونپ دیا۔ عمران نے

خنجر گھونپنے کے لئے یقین اس جگہ کا نشانہ لیا جہاں اعصابی نظام کا مرکز حرم مغز ہوتا ہے۔

چنانچہ جب اس نے اپنے ہاتھ کو کھینکا تو خنجر کو واپس کھینچا تو وہ زوردار گازڈیلا کے سر و حرکت پڑا رہ گیا۔ اب اس کے حلق سے

وفانک جیسی نکل رہی تھیں۔ مگر وہ اپنے جسم کو حرکت دینے سے قاصر ہو گیا تھا۔ عمران نے اس کا بازو پکڑا اور پوری قوت لگا کر اس

کو دبھا کر دیا۔ اب تباہ گازڈیلا ————— قبہا وہ طاقت اور غور کہاں گیا۔

مجبو میں نے اپنے وعدے کے مطابق تم پر آتشیں اسلحہ استعمال نہیں کیا۔ عمران نے بڑے طنز پر لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم بے حد کہنے اور چالاک انسان ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم میرے ساتھ ایسے حربے استعمال کرو گے۔“ گازڈیلا

نے پہلی بار شکست خوردہ لمبے میں کہا۔  
 ”اچھا۔ اب مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ عمران نے ماتھے  
 میں پچڑے ہوئے خنجر کو قوتے ہوئے کہا۔  
 ”ہاں۔۔۔۔۔ اب میرا جانا ہی بہتر ہے۔۔۔۔۔ گاؤں کا  
 شکست کو موت ہی چھپا سکتی ہے۔“ گاؤں ڈیلانے ڈوبتے ہوئے لمبے  
 میں جواب دیا۔  
 ”نہیں گاؤں ڈیلانے۔۔۔۔۔ تمہاری موت سے میرا انتقام پورا  
 نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میں بے بس انسان پر  
 حملہ کرنا اپنی مردانگی کے خلاف سمجھتا ہوں۔۔۔۔۔ اس لئے میں جا  
 رہا ہوں۔ اگر تمہاری موت سے پہلے تمہارا باس یہاں تک پہنچ جائے  
 تو اسے بتا دینا کہ وہ عمران کے ملک میں اپنے ناپاک عزائم کو کبھی  
 پورے نہیں کر سکے گا۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر مڑ کر کمرے سے  
 باہر نکل گیا۔



عمران نے جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا۔۔۔۔۔  
 بیک زیرو نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 ”عمران صاحب شکر ہے۔۔۔۔۔ آپ بروقت پہنچ گئے  
 ابھی ابھی سر سلطان کا ٹیلی فون آیا ہے۔۔۔۔۔ کہ پندرہ منٹ بعد  
 وزیراعظم ہاؤس میں اعلیٰ حکام کی مینٹنگ ہو رہی ہے اور سر سلطان  
 نے آپ کے فوری طور پر وہاں پہنچنے پر بے حد زور دیا ہے۔۔۔۔۔ میں  
 سوچ رہا تھا کہ آپ سے کیسے رابطہ قائم کروں۔“ بیک زیرو نے  
 ”نیک ہے۔۔۔۔۔ میں ابھی چلا جاتا ہوں۔ عمران نے سنجیدگی  
 سے کہا۔

ہال کے باہر موجود اس کے ساتھی اپنی پہلی رائے پر بے حد  
 شرمندہ نظر آ رہے تھے۔ عمران ان کے تصورات سے نہیں  
 بالا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ عمران اتنی آسانی سے اس دیوانہ  
 کو بے بس کر کے شکست دے دے گا۔  
 ”چوہان۔۔۔۔۔ اتم میرے ساتھ چلو۔۔۔۔۔ میں تمہیں ہاسپٹل  
 چھوڑتا جاؤں گا۔ اور باقی تم سب یہیں ٹھہر کر کوٹھی کی مکمل تلاشی  
 لو۔ اگر کوئی ایسی چیز مل جائے جو تمہاری نظر میں جیواہم ہو تو اسے  
 اپنے ساتھ لے لینا۔ ورنہ غیر ضروری چیزوں میں وقت ضائع نہ کرنا۔

پورے شد و جد کے ساتھ انجسر کے سامنے آئے اور سب جانتے ہیں کہ اگر اس مسئلے کو غیر جانبدارانہ اور فوری طور پر حل نہ کیا گیا تو ملک میں امن و امان قائم رکھنا ناممکن ہو جائے گا۔ وزیر اعظم صاحب نے اسی لئے اس مسئلے کے فوری حل کے لئے قومی اسمبلی کا خصوصی اجلاس طلب کر لیا ہے اور قومی اسمبلی اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے پوری رفتار سے کام کر رہی ہے۔ اس کے باوجود سب جانتے ہیں کہ آخری فیصلہ وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہے۔ اس مینگ کے بلانے کا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلے کے حل کے لئے برصغیر اور اندرونی دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔

جہاں تک بیرونی دباؤ کا تعلق ہے۔۔۔ اس کا مقابلہ کرنے کیلئے تو وزیر اعظم کی مایہ ناز ذہانت اور اصول پسندی ہی کافی ہے۔ مگر اندرونی طور پر ایک اور خطرناک دباؤ سامنے آیا ہے۔۔۔ وہ یہ کہ کسی شخص نے وزیر اعظم کو بلیک میل کرنے کے لئے ان کی عسریاں جھلی تھاپا دیتا رہ کر کے وزیر اعظم کو ارسال کیں اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ اگر وزیر اعظم صاحب نے ان کا مطالبہ منظور نہ کیا تو وہ یہ تھاپا دیکر ملکی اور غیر ملکی پلے میں دے دے گا۔۔۔ اور اس طرح جہاں وزیر اعظم صاحب کی ذاتی شہرت کو نقصان پہنچے گا۔ وہاں مجموعی طور پر ملکی عزت بھی داغدار ہو جائے گی۔

اس سے پہلے چونکہ بیک میسر نے اپنا مطالبہ پیش نہیں کیا تھا، اس لئے اسے معمولی سمجھ کر کرسی اتلی جس کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ محراب جبکہ بیک میسر کا مطالبہ سامنے آیا ہے تو اس کیس کا رٹ ٹیکس بدل گیا ہے۔ ادرے بے حد اہم ہو گیا ہے۔ جس کا اگر فوری طور پر تدارک نہ کیا گیا

سے جواب دیا۔ اور پھر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ ایکٹو کا منصوبہ لباس مین کے

مینگ شروع ہونے سے چند لمے پیشتر عمران بحیثیت ایکٹو  
مینگ میں داخل ہوا۔ اس نے سیاہ سوٹ پہنا ہوا تھا۔ باحقول پر  
سفید ستانے اور سر پر سیاہ رنگ کا نقاب تھا۔ نقاب میں سے  
صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ مگر آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک موجود  
تھی۔ جو عمران نے نقاب کے اندر سے ہی پہنی ہوئی تھی۔ سینے کے  
بائیں طرف سرخ رنگ کا چھوٹا سا ————— اتھارٹی بیج لگا ہوا تھا۔  
جیسے ہی عمران مینگ ہال میں داخل ہوا وہاں موجود تمام اعلیٰ

مرزا سی آئینہ زاس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمران سنا آہستہ سے مہلایا اور پھر اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا

چند لمحوں بعد وزیر اعظم میٹنگ کی صدارت کے لئے ہال میں تشریف لے آئے اور ایک بار پھر سب لوگ ان کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر عمران اپنی کرسی پر بیٹھا رہا۔ اس نے صرف سر ہلاتا رہا۔

دورِ اعظم کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ انہوں نے  
کسی پر بیٹھے ہی سر سلطان کو کارروائی کے آغاز کا اشارہ کیا۔  
اور سر سلطان اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے سب سے مخاطب ہو کر  
کہنا شروع کیا۔

”جیسا کہ آپ سب کو علم ہوگا۔ ہمارا ملک اس وقت ایک انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے۔ نوے سال پرانا ایک مذہبی مسئلہ



تو ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔“ سر سلطان نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”وہ مطالبہ کیا ہے سر سلطان“ سیکرٹری وزارتِ داخلہ سر طاہر نے ان کے خاموش ہوتے ہی بتائی ہے پوچھا۔

بلیک میلر کی طرف سے جو مطالبہ سامنے آیا ہے۔ وہ یہ کہ وزیرِ اعظم قومی اسمبلی پر دباؤ ڈال کر اس نوے سالہ مذہبی مسئلہ کا فیصلہ اس مخصوص مذہبی اقلیتی گروہ کی مرضی کے مطابق کریں اور اس مذہبی گروہ کو اقلیت قرار دیا جائے۔“

سر سلطان نے مطالبے کا انکشاف کرتے ہوئے کہا۔  
ان کی بات سن کر سب لوگ چونک پڑے۔ عمران خود بھی مطالبے کی یہ نوعیت سن کر چونک پڑا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ گروے اس مشن کو لے کر آیا ہوگا۔

”تو کیا وزیرِ اعظم اس مطالبے کے خلاف فیصلہ کر لے والے ہیں۔“ موزی سیکرٹری موسس کے سربراہ کرنل ڈی نے سوال کیا۔

”آپ کا یہ سوال غلط ہے۔“ ابھی مجھے خود معلوم نہیں کہ فیصلہ کیا ہوگا۔ بہر حال جمہوریت کے پیش نظر جو فیصلہ ملک کا قانون ساز ادارہ کرے گا۔ مجھے وہی منظور ہوگا۔“ وزیرِ اعظم صاحب نے خود جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا بلیک میلر کو ٹالا نہیں جاسکتا۔“ طاہر نے جب بلیک قومی اسمبلی کا فیصلہ سامنے نہیں آئے گا۔ بلیک میرا اپنی دھمکی پر عمل نہیں کرے گا۔“ ایک اور سیکرٹری نے اپنی تجویز پیش کی۔

قومی اسمبلی کا فیصلہ چند دنوں بعد سامنے آنے والا ہے۔ کیونکہ وزیرِ اعظم صاحب نے اس کے لئے تاریخ مقرر کر دی ہے۔ اس لئے اس فیصلے کے سامنے آنے سے پہلے اس بلیک میلر کی گرفتاری ضروری ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس بلیک میلر نے فوری طور پر ہاں یا نہ میں جواب طلب کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ دھمکی بھی دی ہے کہ اگر اس دھمکی کو نظر انداز کر دیا گیا تو وہ وزیرِ اعظم صاحب کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ اس کے لئے اس نے مبلد عام میں صدر مملکت کی ٹوپی اتارنے کا حوالہ بھی دیا ہے اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس طرح وہ باآسانی اپنی دھمکی پر عمل پیرا ہو سکتا تھا۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

مگر اس سے پہلے تو وہ ٹوپی اپوزیشن لیڈر کے پاس سے ہٹا کر ہوتی تھی۔ اس لیڈر کے بھائی نے اسے ہڈیوں ڈاک ارسال کیا تھا اس سے قومی طاہر ہوتا ہے کہ اپوزیشن مجرموں سے ملتی ہوئی ہے۔ سر رحمان نے پہلی بار دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ ہوا تو ایسے ہی تھا۔ مگر اس مسئلے کو ملکی حالات کے پیش نظر دبا دیا گیا تھا۔ مگر اب بلیک میلر کے حوالے سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ ایسا اقدام صرف اپوزیشن اور حزبِ اقتدار کو آپس میں لڑانے کے لئے کیا گیا تھا۔ اگر اپوزیشن مجرم سے ملتی ہوئی ہوتی تو مجرم کا مطالبہ یکسر خفوت ہوتا۔ کیونکہ اپوزیشن کا مطالبہ یہی ہے کہ اس مسئلے کا فیصلہ اکثریتی گروپ کے حق میں کیا جائے۔“

سیکرٹری داخلہ سر طاہر نے جواب دیا۔ اور میٹنگ میں موجود

ہر آدمی نے ان کی رائے کی حمایت میں سر ہلا دیا۔

اس بحث کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کا فیصلہ بغیر کسی دباؤ کے قطعی غیر جانبدارانہ اور جمہوری انداز میں ہونا چاہیے۔ قومی اسمبلی کے فیصلے کے مطابق مستردہ تاریخ میں صرف چار دن باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان چار دنوں کے اندر مجرم گرفتار ہونا چاہیے۔ اور ایسا ہونا ہر قیمت پر ضروری ہے۔ آپ اس بات پر غور کریں کہ اتنے قلیل وقت میں مجرم کو کیسے گرفتار کیا جاسکتا ہے؟“ وزیر اعظم صاحب نے بحث کو بند کرتے ہوئے کہا۔

اب سب خاموش ہو گئے۔ کیونکہ کوئی بھی اتنی اہم ذمہ داری اپنے سر نہیں لینا چاہتا تھا۔

جب کافی دیر تک کسی نے بھی جواب نہ دیا تو وزیر اعظم ایسٹوے مخاطب ہو کر بولے۔

”مشر ایسٹو۔۔۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟“ اور سب ممبران چونک کر ایسٹو کو دیکھنے لگے۔

”یہ مسئلہ بے حد اہم اور فوری حل کا مستحق ہے۔ آپ باقی ممبران سے پہلے پوچھ لیجئے۔ اس کے بعد میں اپنی رائے دوں گا۔“

عمران نے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سرطاہر اور سر رحمان! کیا آپ کے ڈیپارٹمنٹ یہ ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہیں۔۔۔؟“ وزیر اعظم نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جناب۔۔۔ اگر آپ کا حکم ہے تو ہم یہ کیس لینے کے لئے تیار ہیں۔ مگر میرا ذاتی خیال ہے کہ اس سلسلے میں ایسٹو ہم سے زیادہ بہتر کام کر سکتا ہے۔ اس معاملے میں ایک فیصد رسک بھی ملک کے لئے ناقابل برداشت ہوگا۔۔۔ اور سیکرٹ مروس کے متعلق ہمیں یقین ہے کہ ان کے میدان میں آنے کے بعد ایک فیصد رسک بھی باقی نہیں رہے گا۔“

سر رحمان نے ایسٹو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر باقی ممبران نے بھی باری باری ان کی تائید کر دی۔

”میں سر رحمان اور اپنے شعبے کے بارے میں اس حُسن کا شکوکہ ہوں۔۔۔ اور میں یہ ذمہ داری لینے پر تیار ہوں۔“ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور اس کی اس بات پر ممبران کے چہروں پر قومی مگر وزیر اعظم کے چہرے پر خصوصی طور پر اطمینان بھری مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ان کے چہرے سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کے کندھوں پر سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ مجرم ان کی امیدوں سے کہیں پہلے گرفتار ہو جائے گا۔

ادھر سر سلطان کے بول پر بڑی پراسرار قسم کی مسکراہٹ رنگ رہی تھی۔ وہ سوچ رہے تھے کہ اگر سر رحمان کو معلوم ہو جائے کہ جس ایسٹو کے بارے میں کھلی محفل میں وہ یوں پسندیدہ خیالات کا اظہار کر رہے ہیں وہ ایسٹو دراصل ان کا نالائق بیٹا عمران ہی سے تو سر رحمان پر کیا گزرنے لگی۔

”مٹا ایکسٹو —! آپ چاہیں تو ملٹری سیکرٹ سروس اور اسٹیٹس کا محکمہ بھی آپ کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہے۔“  
ملٹری سیکرٹ سروس کے چیف کرنل ڈی اور سر رحمان نے بیک وقت کہا۔

”نہیں جناب — مجھے آپ لوگوں کی امداد کی ضرورت نہیں پڑے گی — اس لئے کہ میں پہلے سے اس کہیں پر کام کر رہا ہوں اور مجرم بھی میرے سامنے ہے۔ اب صرف اس کی گردن میں آخری پھندہ کرنے کی دیر ہے۔“ عمران نے مخصوص لمبے میں کہا۔  
اور اس کے انکشاف پر سب بری طرح چونک پڑے۔ وہ سوش بھی نہیں سکتے تھے کہ کیس لینے سے پہلے ہی ایکسٹو مجرم کے معاملے میں اتنا آگے بڑھ چکا ہوگا۔  
”مجرم کون ہے — کیا آپ بتلا میں گے۔“ وزیر اعظم نے چونک کر پوچھا۔

”سوری سر — یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ بہر حال آپ مطمئن رہیں — قومی اسمبلی کے فیصلے سے پہلے مجرم آپ کے سامنے ہوگا۔“ ایکسٹو نے سخت لمبے میں جواب دیا اور وزیر اعظم نے کندھے اٹھکاتے ہوئے میننگ برخواست کرنے کا حکم دے دیا اور سب ممبر ایک ایک کر کے کمرے سے باہر نکلی گئے۔

گھر سے میں تیز گھنٹی کی آواز گونجتے ہی گرے نے چونک کر میز کے کنارے پر لگا ہوا بین دبا دیا۔ اور بین دبتے ہی کمرے کے سامنے والی دیوار دو میان میں سے کھلتی چلی گئی۔ اب وہاں وسیع دروازہ بن چکا تھا جس کے سٹیل کے پٹ بند تھے۔ دروازہ ہلنے ہی گھنٹی کی آواز بند ہو گئی۔ گرے نے پہلے بین کے قریب لگا ہوا ایک اور بین دبا دیا اور دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

دروازہ کھلتے ہی گرے یکدم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے شدید حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ کیونکہ تقریباً بارہ آدمی گاڑیوں کو اٹھاتے اندر داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے بڑے مؤدبانہ انداز میں گاڑیوں کو فرسش پر لے دیا۔

گاڑیوں میں بے ہوش تھا اور اس کے جسم سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔ گاڑیوں کا رنگ سرسول کے بھول کی طرح زرد ہو چکا تھا

”باس — جلدی کریں — اسے میرے کمرے میں پہنچائیں“  
اس کا فوری آپریشن ہو گیا۔ ڈاکٹر نے سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔  
اور گرے کے قریب کھڑے آدمیوں کو اسے لے جانے کا حکم دیا۔  
اور چند لمحوں بعد دیوار کا گزڈیلا ان آدمیوں کے ماتحتوں پر سوار  
کمرے سے باہر نکل گیا۔

گرے اس کے باہر جاتے ہی تھکے تھکے قدم اٹھاتا ہوا دوبارہ اپنی  
کمرے پر گر سا گیا۔ اس کے غمناک چہرے پر شدید پریشانی اور الجھن  
کے تاثرات تھے۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ ایسا کیسے ہو گیا۔

گازڈیلا بیک وقت پچاس آدمیوں پر بھاری تھا۔ پھر اس کا  
یہ حشر کس نے کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سوچا کہ اس بار اس کا  
مقابلہ کسی انتہائی خطرناک شخصیت سے ہے۔ اس لئے اسے بڑے  
معاظ انداز میں قدم اٹھانے چاہئیں۔ یہ سوچتے ہی اس نے میز کی  
درا زکھلی اور اس میں موجود ایک چھوٹا سا مائیک نکال کر مائیک کے  
ساتھ لگا ہوا مین آن کر دیا۔

”گرے کا لنک —“ اس کی آواز میں کڑک اور رعب کی  
جگائے پشردگی کا عنصر نمایاں تھا۔

”لیں باسن —“ سوجانہ سپیکنگ — دوسری طرف سے  
ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”سوجانہ —“ زیر و سون کو کال کر کے میرا حکم دے دو کہ سید لاڈل  
مذہب کو فوری طور پر تباہ کر دیا جائے۔“ گرے نے اسے حکم دیتے  
ہوئے کہا۔

”گازڈیلا کو کیا ہوا —“ گرے نے تیزی سے گازڈیلا کے  
قریب جاتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”باس —“ جب ہم خفیہ راستے سے کوئٹی میں داخل ہوئے  
تو ہم نے مین آپریشن ہال میں گازڈیلا کے پانچ ساتھیوں کو مردہ اور گازڈیلا  
کو زخمی حالت میں پایا۔ گازڈیلا نے ہمیں حکم دیا کہ انہیں فوری طور پر آپ  
کے پاس لے آیا جائے۔ اس لئے ہم انہیں لئے ہوئے سیدھے آپ  
کے پاس آگئے ہیں۔“

”ٹھیک ہے — فوراً ڈاکٹر آتشکل کو بلاؤ — فوراً“  
گرے نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ اور ان میں سے ایک  
آدمی بجلی کی سہی تیزی سے مڑک رہا تھا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔  
تقریباً چار پانچ منٹ بعد وہ اپنے ساتھ ایک انتہائی بوڑھے  
آدمی کو لئے اندر داخل ہوا۔

”ڈاکٹر آتشکل —“ دیکھو تمہارے گازڈیلا کا کیا حال ہے۔ اگر  
تم اسے ٹھیک کر دو تو یقین رکھو میں تمہیں اتنی دولت دوں گا کہ تمہاری  
سات پشتیں بھی اسے ختم نہیں کر سکیں گی۔“ گرے نے ڈاکٹر سے  
مخاطب ہو کر کہا۔

”باس —“ آپ دولت کی بات ذکر کریں — گازڈیلا  
میرا شاہکار ہے — میں نے تمام عسکری ریسرچ کے بعد گازڈیلا  
کو اپنی ایجاد کردہ دوائیں دے کر میری بنادیا تھا۔ مگر اس کا کیا حال  
ہوا۔ میں ہر قیمت پر اسے بچاؤں گا۔“ بوڑھے ڈاکٹر نے جھک کر گازڈیلا  
کی فیض پکڑتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔

”فہر سسٹی سیون کی طرف سے کوئی رپورٹ ملی ہے۔“ گرے نے پوچھا۔

”نوسہ۔۔۔ ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں ملی۔“ سو جانے جواب دیا۔

”اچھا۔۔۔ جیسے ہی اس کی طرف سے رپورٹ ملے۔۔۔ مجھے فوراً اطلاع کر دینا۔“ گرے نے تمکنا نہ لہجے میں کہا اور مایک کا بٹن آف کر کے دراز بند کر دی۔

ابھی اسے بیٹھے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اپنا ٹک میز کی ٹاپ پر لگا ہوا شیشے کا چوکور ٹوکڑا جلتے بجھنے لگا۔

گرے نے چونک کر دراز کھول کر ایک بار چہرہ مایک نکال کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیں۔۔۔ گرے سپیکنگ۔“ گرے نے کخت لہجے میں کہا۔

”باس۔۔۔ میں نے گاڑیلا کا آپریشن کر دیا ہے۔ اب وہ ہوش میں آچکا ہے۔ اور آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا ہے۔“ دوسری طرف سے ڈاکٹر آشکل کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے ڈاکٹر۔۔۔ میں آ رہا ہوں۔“ گرے نے مختصر سا جواب دیا اور پھر بٹن آف کر کے اس نے مایک دراز میں رکھا اور

خود اٹھ کر کمرے کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس بار اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں تھے۔ کمرے کے کونے میں جا کر اس نے دیوار پر ایک ہاتھ رکھا اور پھر پیسے ہی اس نے ہاتھ کو دبایا۔ کمرے کی دیوار میں ایک دروازہ بن گیا اور گرے اس

میں سے گزرتا ہوا دوسری طرف ایک گیلری میں آگیا۔ گیلری کراس کر کے وہ ایک دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازے کے باہر ایک مسلح آدمی موجود تھا۔

گرے کو دیکھتے ہی اس نے بڑی پھرتی سے اسے سیلوٹ مارا۔ اور پھر آگے بڑھ کر اس نے ایک بٹن دھاک کر دروازہ کھول دیا۔ اور گرے بڑی بے نیازی سے اندر بڑھ چلا گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جس میں سرجری کے آلات اور دیگر پیچیدہ قسم کی مشینیں فٹ تھیں۔ ایک طرف مختلف قسم کی دوائیوں کے جبار موجود تھے۔

درمیان میں ایک بہت مضبوط اسٹریچر پر گاڑیلا لیٹا ہوا تھا۔ اس کی ایک سائیڈ پر خون کی بوتل کا سینڈ اور دوسری سائیڈ پر گلو کوئی بوتل سینڈ پرفٹ تھی۔ گاڑیلا اوندے منہ لیٹا ہوا تھا۔ اور اس کی گردن کی پشت پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر آشکل سفید چوغے میں اس کے قریب کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

گرے کو دیکھتے ہی ڈاکٹر مودبانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپریشن کیسا ربا ڈاکٹر۔۔۔“ گرے نے گاڑیلا کے قریب پہنچے ہوئے کہا۔

”کامیاب۔۔۔ ویسے یہ میری زندگی کا سب سے خطرناک آپریشن تھا۔ مرام مغزی میں موجود پورے اعصابی نظام کی رگیں کٹ چکی تھیں۔ میں نے انہیں پونے پر انجی زندگی کا تمام تجربہ استعمال کر دیا ہے۔ اب گاڑیلا اپنے جسم کو حرکت دے سکتا ہے۔“ ڈاکٹر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”ویری گڈ ڈاکٹر۔۔۔ تم نے گاڑیلا کی جان بچا کر مجھ پر احسان

نوجوان اس باران کے درمیان موجود تھا۔ میں نے موقع کی مناسبت سے اس نوجوان کو بغیر اسلحہ کے اپنے ساتھ مقابلے پر آمادہ کر لیا اور یہی میری غلطی تھی۔ وہ نوجوان جو بظاہر قطعی احمق نظر آ رہا تھا۔ انتہا دہشے کا چھپرہ تھلا اور چالاک نکلا۔ وہ چند ہی منٹ میں مجھے فرش پر گرا دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پھر اس نے میری گردن کی پشت پر خنجر مارا اور میں اپنے جسم کو حرکت دینے سے بھی قاصر ہو گیا۔ "گازڈیلا نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ وہ چرٹی مار کے نوجوان تمہیں بے بس کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے تمہیں قتل کرنے کی بجائے زندہ کیوں چھوڑ دیا؟" گرے نے سوال کیا۔

"اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاتے ہوئے مجھے پناہ دیا کہ اگر میں زندہ رہ جاؤں تو اپنے پاس سے کبہ دوں کہ یہ علی عمران کا ملک ہے۔ یہاں سے اس کی لاش ہی واپس جاسکتی ہے۔" گازڈیلا نے جواب دیا۔

"اس کی یہ جرات۔۔۔ میں اس نوجوان کا وہ شکر کروں گا کہ اس کی روح صدیوں تک بھلائی رہے گی۔ ایک ہی گرے ناقابل شکست ہے اور ناقابل شکست رہے گا۔" گرے نے غصے سے بھرتے ہوئے کہا۔ گازڈیلا خاموش رہا۔

"ڈاکٹر۔۔۔ گازڈیلا کتنے دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا۔ میں اس کے ہاتھوں اس نوجوان کا قیمہ بنوانا چاہتا ہوں۔" گرے نے اس بار ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

کیا ہے۔" گرے نے خوش ہو کر کہا۔ اور پھر وہ گازڈیلا سے مخاطب ہو کر بولا۔

"گازڈیلا۔۔۔ ایک تم با آسانی بول سکتے ہو؟"

"ہاں باس۔۔۔ میں شہ زندہ ہوں کہ تمہارے اور ڈاکٹر کے معیار پر پورا نہ اتر سکا۔" گازڈیلا نے کمزور لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے تفصیل بتاؤ گازڈیلا۔۔۔ میں اس شخصیت کے متعلق سننے کے لئے سنت بے چین ہوں جس نے تم جیسے ناقابل شکست آدمی کا یہ حشر کیا ہے۔" گرے نے پوچھا۔

"باس۔۔۔ آپ کو یاد ہو گا۔ جرمنی میں ایک بار ڈاکٹر شوکا اور ایک نوجوان علی عمران ہم سے ٹکرائے تھے جس کے نتیجے میں ہمیں فرار ہونا پڑا تھا۔ بعد میں ہم نے ڈاکٹر کو قتل کر دیا تھا مگر وہ نوجوان غائب ہو گیا تھا۔" گازڈیلا نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

گرے اس کی بات سن کر چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اچانک اس کی آنکھوں میں چمک اُبھر آئی۔

"ہاں۔۔۔ مجھے یاد آ گیا وہ مسخرانہ احمق نوجوان۔ تو کیا یہ سب اسی کا کیا دھرا ہے۔" گرے نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں باس۔۔۔ میں آپ کے حکم کے مطابق دہاں آنے والے پھو اومیڈ اور ایک لڑکی کو بے ہوش کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں اپنے گروپ کے پانچ آدمیوں کو وہیں چھوڑ کر آپ کو کال کرنے آپریشن روم میں گیا۔ جب میں واپس آیا تو سب آدمی ہلاک ہو چکے تھے اور حملہ آور سب ہوش میں تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسلحہ تھا۔ البتہ وہ مسخرہ سا

”ایک ہفتے کے اندر اندر گانڈیلا بالکل تندرست ہو جائے گا۔“  
ڈاکٹر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ مجھے بھی مشن کی تکمیل میں ایک ہفتہ لگ جائے گا۔۔۔ میں دیکھوں گا کہ یہ نوجوان میرے آڑے آکر کس طرح میرے ہاتھوں جان بچا سکتا ہے۔ میں آج ہی اپنے آدمیوں کو اس کی تلاش میں لگا دیتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ یہاں بھیج دیتا ہوں۔ تم اس نوجوان اور اس کے ساتھیوں کے لیے اسے تفصیل سے بتا دو۔“ گرے نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔



عمرات کے دانش منزل پہنچتے ہی بلیک زیرو نے اسے بتلایا کہ مجرموں کے آڑے سے کوئی قابل ذکر چیز نہ ملی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ کوٹھی اچانک ایک خوفناک دھماکے سے تباہ ہو گئی ہے۔ اور وہاں مجرموں کا کوئی آدمی اندر جاتے یا باہر نکلتے بھی دکھائی نہیں دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔“ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے جواب دیا اور پھر اس نے مختصر طور پر گرے کے

مطالبہ کے متعلق بلیک زیرو کو بھی بتلادیا۔

”اود۔۔۔ یہ تو واقعی انتہائی سیریس مسئلہ ہے۔ اگر گرے نہ بچوگا تو ملکی حالات جو بحال کی زد میں آجائیں گے۔“

بلیک زیرو نے بھی تشویش آمیز لہجے میں جواب دیا۔

”گرے بے حد بے چالاک مجرم ہے۔ اس نے مرٹ وزیر اعظم کو بھی نہیں بلکہ اسمبلی کے سرکردہ ممبروں کو بھی بلیک میل کر رکھا ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے وزیر اعظم کے قتل کا انتظام بھی یقیناً کر لیا ہوگا۔ وہ جو طسفر دار کرنے کا عادی ہے۔“ عمران نے بلیک زیرو کو گرے کے متعلق مزید بتلایا۔

”بہر حال اب اس مجرم کو قومی اسمبلی کے فیصلے کی تاریخ سے پہلے گرفتار کرنا لازمی ہو گیا ہے تاکہ اس کی گرفتاری کی خبر سن کر وہ مہران بھی جو بلیک میل ہو رہے ہوں اطمینان دل سے اور غیر جانبدارانہ طور پر فیصلہ کر سکیں۔“ بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ ہونا تو ایسا ہی چاہیے۔ مگر ہمارے پاس کوئی لائن آف ایکشن نہیں ہے جس سے مجرم کو روک لیا جاسکے۔“ عمران نے سوجھ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

اس وقت اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ کافی دیر تک کمرے میں گہری خاموشی طاری تھی۔ پھر اچانک عمران چونک پڑا۔ اس نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا صفر اور شکیل ابھی تک کوٹھی کے گرد پہرہ دے رہے ہیں۔“

”جی ہاں۔۔۔ میں نے ابھی انہیں واپس آنے کے لئے

عران نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر باس — میں ابھی جاتا ہوں پولیس انسٹان میں سے کسی میرے دوست ہیں — اس لئے میں ہا آسانی معلوم کروں گا۔ اور“ صفر نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے — معلوم کر کے مجھے ابھی رپورٹ دو اور اینڈ آل“ عران نے کہا اور مائیک بلیک زیرو کی طرف بڑھا دیا۔ بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر آف کر کے مائیک اس میں لٹکا دیا۔ عران چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر کو اپنی طرف کھسکایا اور اس کی فریکوئنسی سیٹ کر کے اسے آن کیا اور مائیک سنبھال لیا۔

”ہیلو — ہیلو — اور“ عران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور پھر چند لمحوں کی کوشش کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”مائیکرو سپیکنگ — اور“

”عران سپیکنگ — اور“ عران نے اپنے اصل لہجے میں بڑی سنجیدگی سے کہا۔

”میں باس — فرمائیے — اور“ دوسری طرف سے مائیک کی موزاڈ آواز سنائی دی۔

”مائیکرو وزیر اعظم کے پرنسپل سیکرٹری کو اغوا کر کے اس کے میک اپ میں تم وزیر اعظم کے قریب رہو۔ تمہیں بے حد چکنا چٹا ہوگا۔ وزیر اعظم کی جان کو کسی بھی لمحے خطرہ درپیش آسکتا ہے۔ ناں۔ اگر اس دوران کوئی ایسی بات تمہارے علم میں آئے جسے تم مشکوک سمجھو تو فوری طور پر مجھے رپورٹ دینا — اور“ عران نے اسے ہدایت

نہیں کہا۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”ٹرانسمیٹر پر اسٹین کال کرو“ — عران نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیرو نے میز پر موجود ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا کر فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر اس کا آپریشن بشن آن کر دیا۔

”ہیلو — ہیلو — اور“ بلیک زیرو نے مخصوص انداز میں پکارا۔

”ہیلو — صفر سپیکنگ — اور“ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے صفر کی آواز اٹھری۔ عران نے بلیک زیرو کے ہاتھ سے مائیک لے لیا اور مخصوص آواز میں کہا۔

ایکھٹو سپیکنگ — اور“

”میں سر — اور“ دوسری طرف سے جواب ملا۔

”صفر — کیا پوزیشن ہے — اور —

”سر — کوٹھی پر پولیس کا قبضہ ہے اور پولیس پوری کوٹھی کے بلے کو بٹا رہا کہ چیک کر رہی ہے — اور“ صفر نے جواب دیا۔

”صفر — کیا تم نے سرنگ کے راتے کو بھی کر کیا تھا۔ اور“ عران نے سوال کیا۔

”میں سر — ٹشکیل اسی طرف تھا اور“ — صفر نے جواب دیا۔

”اچھا — اب تم ایسا کرو کہ کوٹھی میں داخل ہو کر کسی طرح یہ معلوم کرو کہ کاز ڈیلا کی لاش پولیس کو ملی ہے یا نہیں — اور“



”کوئی خاص بات تو نہیں سر۔۔۔ البتہ اس کوٹھی میں تہہ خانوں کا جال بچا ہوا ہے۔ اور نیچے تہہ خانوں میں سے عجیب و غریب اور جدید قسم کے میکنزم کے آثار بچھلے ہیں۔ اس لئے پولیس بے مدحیران ہے کوٹھی کی ملکیت کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ کچھ سات ماہ پہلے کسی غیر ملکی نے یہ کوٹھی خریدی تھی اور دوسری بات یہ بھی کہ سرنگ کے علاوہ اس کوٹھی سے باہر جانے کے اور بھی بہت سے خفیہ راستے ملے ہیں۔ اور“

صنذر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔  
 ”انہی خفیہ راستوں سے گاڑڈیلا کو لے جایا گیا ہوگا۔ بہر حال تم اور تشکیل واپس اپنے فلیٹوں میں چلے جاؤ۔ اور مزید ہدایات کے منتظر رہو۔ اور اینڈ آل“۔ عمران نے جواب دیا اور مٹن آکٹ کر کے ٹائیک ٹرانسمیٹر کے کب سے لٹکا دیا۔

بلیک زیرو۔۔۔ جویا کو ہدایت سے دو کروہ سب ممبران کو ارٹ کر دے کہ وہ اب ہر وقت میک اپ میں رہیں اور اس کے ساتھ ہی انہیں میری تحرائی بھی کرنی پڑے گی۔ آج کے بعد میں اپنا زیادہ وقت بلیک مقامات پر گزاروں گا۔“

عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 ”کیا میں اس کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔“ بلیک زیرو نے تدرے جھپکتے ہوئے پوچھا۔

”بلیک زیرو۔۔۔ تم گرے کی فطرت کو نہیں جانتے۔ جب اسے گاڑڈیلا سے معلوم ہوا ہوگا کہ میں اس کے آڑے آ رہا ہوں تو وہ پاگل کئے کی طرح اپنے آدمیوں کو میرے پیچھے لگا دے گا۔ اور اب

دیتے ہوئے کہا۔  
 ”بہتر سر۔۔۔ آج ہی کوشش کرتا ہوں۔ پرسنل سیکرٹری کی جگہ لے کر میں آپ کو کال دیں گے اطلاع دوں گا۔“ ٹائیک نے جواب دیا ”ٹھیک ہے۔۔۔ اب وزیراعظم کا دفاع تمہاری ذمہ داری ہے۔ اور تم جانتے ہو اس سلسلے میں معمولی سی کوتاہی بھی کتنی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ اور“ عمران نے اسے متنبہ کرتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر ہیں سر۔۔۔ میں اس کام کی اہمیت کو سمجھتا ہوں اور“۔ ٹائیک نے نمودہ باز لہجے میں جواب دیا۔  
 ”اور اینڈ آل“۔ عمران نے جواب دیا اور پھر مٹن آف کر کے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز نکلی اور عمران نے چونک کر ڈائل کو دیکھا۔ فریکوئنسی تبدیل ہو چکی تھی۔ وہ نئی فریکوئنسی دیکھ کر سمجھ گیا کہ صنذر کی کال ہے۔ اسی نے مٹن دبا کر رابطہ قائم کیا تو دوسری طرف سے صنذر کی آواز ابھری۔

”صنذر کالنگ۔۔۔ اور“۔

”ایکسو۔۔۔“ عمران نے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

”سر۔۔۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔ اس ہال کے بلے سے گاڑڈیلا کی لاش نہیں ملی۔ اور“۔ صنذر کی آواز سنائی دی ”ٹھیک ہے۔۔۔ مزید کوئی بات۔ اور“ عمران نے سوال کی۔

اس تک پہنچنے کی صرف ایک ہی صورت رہ گئی ہے کہ وہ مجھے اغوا کر کے اپنے اٹے پر لے جائے۔ اور اس طرح ہمیں آگے بڑھنے کا کوئی کلیوہ مل جائے گا۔ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”تو اس کے لئے کیا یہ بہتر نہیں ہے گا کہ آپ کی نگرانی میں خود کروں اور جب ضرورت پڑے تو میں ممبروں کو ٹرانسپیرینٹوں کے باوجود باقی تمام ساتھیوں کو گاڑ ڈیلا دیکھ چکا ہے۔ ایک آپ میں ہونے کے باوجود ان کے ڈیل ڈول اور قد و قامت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور ہو سکتا ہے آپ کو تو اغوا کر لیا جائے اور انہیں فوری طور پر گولی مار دی جائے۔ اس لئے رسک نہیں لینا چاہیے۔“ بلیک زیرو نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

اس کی بات سن کر عمران بے اختیار مسکرا دیا اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”توسیدھی طرح کہو بلیک زیرو کہ تمہاری پتیلیاں کھلا رہی ہیں بہر حال تمہاری تجویز مجھے منظور ہے۔ تمام ممبروں سے کہہ دو کہ وہ آئندہ فون کی بجائے واضح ٹرانسپیرینٹ پر تم سے رابطہ رکھیں۔ اور تم کلی میج ہوٹل بلز میں پہنچ جانا۔ میں وہیں موجود ہوں گا۔“ عمران نے کہا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

ٹائینگل نے بڑی آسانی سے پرائم منسٹر کے پرنٹل سیکرٹری کو اغوا کر لیا۔ اس کا قد و قامت بھی چونکہ اس سے مطابقت رکھتا تھا اس لئے آج صبح جب وہ سیکرٹری کے میک اپ میں دفن کیا تو کسی کو اس پر شک نہ ہوا۔ اس نے عمران کو اپنی کامیابی کی اطلاع بھی دے دی تھی۔ اور عمران نے اسے ایک بار پھر ہوشیار رہنے کی تاکید کر دی۔

تمام دن وہ اپنے معمول کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ ویسے ایک ہی دن میں اس نے محسوس کر لیا تھا کہ پرائم منسٹر آج کل بے حد پریشان اور الجھے ہوتے ہیں۔ چونکہ اس کا کام ہی ایسا تھا کہ وہ پرائم منسٹر کو پیش آنے والے تمام واقعات سے باخبر رہتا رہتا۔ اس لئے اسے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی کہ اس مذہبی مسئلے کی بنا پر پرائم منسٹر زیادہ الجھے ہوئے ہیں۔

کئی حالات سے صاف ظاہر تھا کہ ملک اس وقت خفیہ آتش فشاں

کے دہانے پر موجود ہے۔ ایسا آتش فشاں ہو کسی لمحے پھٹ سکتا ہے اور اگر ایک بار پھٹ گیا تو وہ پورے ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔ اور ایوز لیشن اس آتش فشاں کو بھڑکانے کے لئے سنی الوسع کوشش کر رہی تھی۔ اس مسئلہ پر اندرونی دباؤ کے ساتھ ساتھ متضاد قسم کا بیرونی دباؤ بھی پرامن منظر پر ڈالا جا رہا تھا۔

اقلیتی فرقہ کے بیرونی حمایتی اس کوشش میں تھے کہ اسے داخلی معاملے کی بجائے بین الاقوامی مسئلہ بنا دیا جائے۔

بہر حال حالات بے حد ناگزیر تھے۔ اور اب یہ پرامن منظر کی بعیرت پر منحصر تھا کہ وہ کس طرح اس خطرناک مسئلے کو حل کر سکتے ہیں جس میں داخلی انتشار کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی پیچیدگیاں بھی شامل تھیں۔

اور پرامن منظر کے ساتھ ایک دن کام کرنے سے ہی ٹائیگر کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ مسدودان نے پرامن منظر کی حفاظت کے لئے اسے کیوں بھیجا ہے۔ اس وقت پرامن منظر کی ذات مرکزی حیثیت حاصل کر گئی تھی اور خاص طور پر خطہ اقلیتی فرقے کی طرف سے تھا۔ کیونکہ جیسے ہی انہیں خدشہ ہوا کہ فیصلہ ان کی خواہشات کے خلاف ہونے والا ہے انہوں نے پرامن منظر کو درمیان سے ہٹانے کی کوشش کرنی ہے تاکہ مسئلہ التوا میں پڑ جائے۔

مگر رات کو جب پرامن منظر نے اسے جانے کی اجازت دی تو اسے نہ چلتے ہوئے بھی پرامن منظر باؤس میں موجود اپنے فلیٹ پر رہنا پڑا۔ کیونکہ وہ انہیں اپنی ذات سے مشکوک نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس کا فلیٹ پرامن منظر ہاؤس کی شمالی دیوار کے ساتھ تھا۔ اور

اس نے خود بھی اصل پرسنل سیکرٹری کو اس کے فلیٹ سے ہی اغوا کیا تھا۔ اس کے لئے اس نے پانی کے پائپ کا استعمال کیا تھا۔ جو بیرونی دیوار سے ہوتا ہوا اس کے فلیٹ تک چلا گیا تھا۔

چنانچہ اجازت ملتے ہی وہ سیدھا اپنے فلیٹ پر آ گیا اور جب فلیٹ نے اسے فلیٹ کے برآمدے میں پہنچایا تو اس کی چھٹی جس خود بخود ہانگ پڑی۔ اسے محسوس ہوا جیسے فلیٹ میں اسے کوئی خطہ درپیش ہو۔ مگر اس کے ذہن میں خطر کوئی خاص شکل میں واضح نہ ہو سکا اور اس نے اسے اپنا وہیم سمجھ کر ٹال دیا۔ اور تیز تر قدم اٹھاتا فلیٹ کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

دروازے پر پہنچ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور چابی لکال کر کی مول میں ڈالی۔ چابی گھماتے ہی کلک کی آواز پیدا ہوئی اور ٹائیگر نے بینڈل و باکر دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھولنے تک اس کے ذہن میں خطرے کی گونج بڑھ رہی تھی۔ اس لئے وہ بے حد چوکنا تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالتور کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کی اور پھر کمرے میں داخل ہو گیا۔

دروازے کے قریب ہی موجود سوپنج بورڈ پر اس کا ہاتھ رہنکا اور دوسرے لمحے ایک جٹ کی آواز سے کہہ کر کسی لمب کی تیز روشنی میں نہا گیا۔ ٹائیگر نے آنکھوں کو سرخ لاش کی طرح گردش دی اور دوسرے لمحے اسکے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ کہہ نالی تھا۔ اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا اور مرکز دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر سیدھا ٹوائٹ

کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کی تھی۔ مگر گیس اتنی زود اثر تھی کہ اس نے ٹائیگر کو ٹب سے باہر نکلنے کی ہمت ہی نہیں بچی۔

اسے بے ہوش دیکھ کر نقاب پوش نے ہینڈل دبا کر دروازہ کھول دیا۔ اور خود ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ گیس ٹوائٹ سے نکل گئی ہوگی۔ وہ ٹوائٹ میں داخل ہوا اور پھر اس نے ٹائیگر کو ٹب سے باہر کھینچ لیا اور ساتھ پرے ہاتھ لگاؤں سے اس نے ٹائیگر کا جم ڈھسا پ دیا۔ اور پھر اسے کانڈھے پر اٹھا کر وہ ٹوائٹ سے باہر نکل آیا۔ کمرے میں آتے ہی وہ سیدھا کھڑکی کی طرف گیا۔ اور پھر اس نے نیچے جھانک کر ایک ہاتھ لہرایا۔

دیوار کے ساتھ کھڑے ہوئے آدمی نے بھی جواب میں ہاتھ لہرایا۔ اور نقاب پوش بڑی بھرتی سے کھڑکی سے باہر نکل آیا۔ ٹائیگر ابھی تک اس کے کندھے پر لدا ہوا تھا۔ کھڑکی کے قریب موجود پائپ کے ذریعے کھسکتا ہوا وہ ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں نیچے زمین تک پہنچ گیا۔ دوسرے آدمی نے بڑی بھرتی سے ٹائیگر کو اس سے لیا اور پھر تیز قدم اٹھاتا ہوا سڑک کے دوسری طرف ایک گلی میں داخل ہو گیا۔

نقاب پوش بھی ادھر ادھر دیکھتا ہوا اس کے پیچھے چل دیا۔ اور پھر پتلی سی گلی گزرتے ہی وہ ایک سڑک پر آئے جہاں ایک سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔

انہوں نے تیزی سے کار کا دروازہ کھولا اور پھر ٹائیگر سمیت وہ دونوں کار میں گھس گئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی کار ایک

جیسے ہی ٹوائٹ کا دروازہ بند ہوا۔ کمرے کی شمالی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی دیو ہیکل الماری کے پیچھے سے ایک نقاب پوش نے سر باہر نکالا اور ایک ہی نظر میں کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے وہ بڑے عطا انداز میں الماری کے پیچھے سے نکل آیا۔

باہر اگر وہ دیبے پاؤں کھڑکی کی طرف بڑھا اور اس نے آہستگی سے کھڑکی کھول دی اور بڑی احتیاط سے نیچے جھانکا۔ دیوار کے ساتھ ہی اسے ایک سایہ نظر آگیا۔ اس نے اپنا ہاتھ ہوا میں لہرایا۔ اور پھر تیزی سے سڑک واپس ٹوائٹ کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ٹوائٹ کے دروازے کی کی ہول سے آنکھ لگا دی۔

ٹائیگر اس وقت ہاتھ لگ ٹب میں لیٹا ہوا غسل میں مصروف تھا۔ نقاب پوش سیدھا ہوا اور اس نے جب میں ہاتھ ڈال کر ایک بجلی مٹا کر نکالا بجلی کی طرح اس کے پیچھے رہ کر غبارہ لگا ہوا تھا مگر اس کے آگے دھات کا منہ بجلی کی طرح چبڑا ہونے کی بجائے چپٹا سا تھا۔

اس نے آلے کے منہ پر لگا ہوا ٹیپ اکھاڑا اور پھر اس چپٹے منہ کو کی ہول سے لگا دیا۔ آلے کا منہ کی ہول میں بالکل فٹ آگیا اور نقاب پوش نے بڑی تیزی سے رہٹ کے غبارے کو دبانا شروع کر دیا۔ وہ چند لمحوں تک مسلسل اس غبارے کو ہاتھ سے دبانے لگا پھر اس نے وہ آلہ کی ہول سے ہٹا لیا اور دوبارہ کی ہول سے آنکھ لگا دی اور اب اس نے دیکھا کہ ٹائیگر ٹب کے کنارے پر ہی بے ہوش پڑا تھا۔ شاید گیس کو محسوس کرتے ہی اس نے ٹب سے باہر نکلنے کی کوشش

جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی۔

پھر جب ٹائیسگر کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک کافی بڑے کمرے میں پایا۔ شعور جاگنے ہی وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ مگر پھر وہ سست پڑ گیا۔ کیونکہ اس نے سلسلے میں ایک انتہائی لطیف شمیم آدمی کو کھڑے دیکھا۔ جس کا چہرہ ایک زخم کی دھڑ سے دھتھول میں بٹ کر انتہائی خوفناک دکھائی دے رہا تھا۔

”کھڑے ہو جاؤ نوجوان۔“ اس لطیف شمیم آدمی نے کڑک وار لہجے میں ٹائیسگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ٹائیسگر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے اس نے دیکھا کہ کمرے کی سائیدوں میں اور اس کی پشت پر تقریباً دس شہین گزوں سے مسلح آدمی موجود تھے۔ اور شہین گزوں کا رخ ظاہر ہے اس کی طرف ہی ہونا تھا۔

”کیا نام ہے تمہارا۔۔۔؟“ اس خوفناک شکل والے آدمی نے پوچھا۔

”تم کون ہو۔۔۔ اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں پرائم منسٹر کا پرسنل سیکرٹری ہوں۔ میرے منر سے نکلا ہوا ایک لفظ تم سب بد معاشوں کے لئے موت کا پیام بن سکتا ہے۔“

ٹائیسگر نے جان بوجھ کر لہجے کو سخت بناتے ہوئے کہا۔

مگر دوسرا لہجہ ٹائیسگر پر بہت بھاری گزرا۔ اس لطیف شمیم انسان کا ہاتھ بکلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا۔ اور پھر کی گونج کے ساتھ ہی ٹائیسگر اچھل کر دس قدم دور جا پڑا۔

ایک لمحے کے لئے تو ٹائیسگر کا ذہن زلزلے کی زد میں آیا اور اس

نے اچھل کر کسی کی شہین گز پر ہاتھ ڈالنا چاہا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ کیونکہ اس وقت وہ کسی جاسوس کی بجائے ایک ذمہ دار عہدے دار کے روپ میں تھا۔ اگر وہ زلزلہ پڑتا تو اس کے انداز سے یہ جرم خشک ہو جاتے۔ اس لئے تھپڑ کھا کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنا ہاتھ گال پر رکھا ہوا تھا۔ ویسے یہ بات ضروری کہ ایک ہی تھپڑ نے اسے حاد زہن نہیں بلکہ حقیقتاً تارے دکھلا دیئے تھے۔ اس کا ذہن ابھی تک جھنجھٹا رہا تھا۔

”میں نے جو پوچھا ہے۔۔۔ اس کا جواب دو“ لطیف شمیم آدمی نے جو یقیناً گرے تھا۔ اس بار پہلے سے بھی زیادہ کراخت لہجے میں کہا۔

”میرا نام عامر رضا ہے۔“ ٹائیسگر نے اس بار شرافت سے جواب دیا۔ اب اس نے اپنے چہرے پر غصے کے تاثرات بھی پیدا کر لئے تھے۔

”اپنے متعلق تمام تفصیلات بتلا دو اور یاد رکھو اب اگر تم نے جواب دینے کی بجائے کوئی اور بات کی تو تمہارے جسم میں ایک بڑی بھی سلامت نہیں بچے گی۔“ گرے نے بدستور کراخت لہجے میں کہا۔

اور ٹائیسگر نے خاموشی سے اپنے دفتر اور فیٹ کے متعلق تفصیلات بتلا دیں مگر صرف دفتری کارروائی کی حد تک۔

”موٹے۔۔۔“ اس بار گرے نے دیوار کے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں باس۔۔۔ اس آدمی نے دو قدم آگے بڑھ کر انتہائی موزبانہ لہجے میں مخاطب ہو کر کہا۔

”تم نے اس کی آواز سن لی اور دیگر تفصیلات بھی۔۔۔ اب تم اس کی آواز میں بات کر کے دکھاؤ۔“ گرے نے موٹے سے مقابلہ ہو کر کہا۔

”آپ بے فکر رہیں باس۔۔۔ اب میں اپنا رول بخوبی نبھالوں گا۔“ موٹے نے کہا۔ اور اس بار اس کی آواز اور الجھ جھرت انگیزہ تک ٹائیگر سے ملتا تھا۔

اب ٹائیگر سمجھ گیا کہ باس کا اسے یہاں لانے کا مقصد کیا تھا۔ باس نے بھی وہی ترکیب سوچی تھی جو عمران نے سوچی تھی اور ٹائیگر کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ اصل مجرموں تک پہنچ گیا ہے جن کی طرف سے عمران کو خطرہ تھا۔

”اس سیکرٹری کے بچے کو روم نمبر سیون میں پھینک دو۔ اور اس کا خاص خیال رکھا جائے۔ اور موٹے تم نے جانتے ہی یہ چیک کرنا ہے کہ اس نے ہمیں کہیں غلط اطلاعات تو نہیں دی ہیں۔ اگر اس نے غلط اطلاع دی ہوئی تو پھر دیکھنا میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔ اور اگر کسی بھی وقت تمہیں کوئی وقت پیش آئے تو مجھے بتلادینا۔ میں اس سے پوچھ کر تمہیں بتلا دوں گا۔“ گرے نے موٹے کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے باس۔۔۔“ موٹے نے اسی طرح موڈ باز لہجے میں جواب دیا۔

”اب تم جاسکتے ہو۔“ گرے نے اسے حکم دیا اور موٹے گرے کو جھک کر سلام کرتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

”اے لے جاؤ اور میری ہدایت پر عمل کرو۔۔۔ اور یاد رکھنا اس کی حفاظت میں معمولی سی کوتاہی بھی برداشت نہیں کروں گا۔“ گرے نے دوسرے آدمیوں کو حکم دیا۔

اور پھر ٹائیگر مشین گنوں کے سائے میں کمرے سے باہر لایا گیا۔ اور منتقل رہا دیواروں سے گزار کر اسے ایک کمرے کے دروازے پر دھک دیا گیا۔ دروازے کے اوپر سات کا ہندسہ چمک رہا تھا۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ اس کمرے میں اسے قید کیا جائے گا۔ ایک آدمی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر ٹائیگر کو اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا۔

ٹائیگر نے اندر داخل ہو کر دیکھا تو یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے ایک کونے میں فرسش سے پیوستہ لوہے کا پتنگ موجود تھا اور اس پر ایک نرم گلا اور ایک کیل بھی رکھا ہوا تھا۔

خامس جہان فزاد واقع ہوئے ہیں۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر پتنگ پر بیٹھ گیا۔ اب وہ سوٹھ رہا تھا کہ عمران کو کس طرح اس بات کی اطلاع دے کہ وہ مجسموں کے اڈے میں پہنچ گیا ہے اور دوسری بات جو سب سے اہم تھی کہ عمران کو موٹے کے متعلق بتلانا ضروری تھا۔ کیونکہ موٹے کی موجودگی میں وزیراعظم کی ذات کو ہر وقت خطرہ لاحق رہتا تھا۔ موٹے کو وہاں بھیجے کا مقصد بھی یہ تھا کہ جس وقت بھی وزیراعظم ان کے قتل کے خلاف فیصلہ کرنے سے متعلق سوچیں انہیں ختم کر دیا جائے۔

مگر مصیبت یہ تھی کہ اسے اس وقت بلے ہوش کیا گیا تھا جبکہ وہ ہاتھک ٹب میں لیٹا ہوا تھا۔ اس لئے اس وقت اس کے پاس واپن ٹرالیٹر تک موجود نہیں تھا۔

تھی۔ ہوٹل بلا بھی نیا نیا شروع ہوا تھا اور پندرہ منزلہ سنٹرل ایر کنڈیشنڈ شہر کے امراء و رؤسا کا سب سے پسندیدہ ہوٹل بن چکا تھا۔ اس لئے اس ہوٹل کے دروازے عام آدمیوں کے لئے بند کر دیئے گئے تھے تاکہ امراء و رؤسا کے منہ کا ذائقہ نہ بگڑنے پائے۔

عمران چونکہ پہلی بار اس ہوٹل میں آیا تھا اس لئے ظاہر ہے ہوٹل کے درباؤں اور عملے کے لئے وہ نیا تھا۔ چنانچہ دربان نے اس کے عجیب و غریب لباس اور چہرے پر حقاقتوں کا بہتا ہوا آبشار دیکھ کر اسے روک لیا۔

ادرجب عمران نے اسے جھوک کے متعلق بتلایا تو دربان کو مکمل یقین ہو گیا کہ اس نے اس آدمی کو صحیح روکا ہے۔  
"جھوک لگی ہے تو کسی گھنٹیا سے ہوٹل کا رخ کرو۔" دربان نے اس مار بڑے تلخ اور تحارت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"گھنٹیا ہوٹل — وہ جو سرکلر روڈ کی گلی پر ہے  
ارے وہاں تو بڑا اصلی کھانا ملتا ہے۔ وہ خالص گلی استعمال کرتے ہیں۔ اور وہیں علم بے خالص گلی ہمیں آجکل جہنم نہیں ہوتا۔ اسلئے جہانئ محمودی ہے۔" عمران نے دربان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی بیزاری سے جواب دیا۔

"اچھا — اچھا — یہاں سے ہٹو — دیکھو صاحب آئے ہیں۔" دربان نے اس کا ہاتھ جھٹکے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔  
کیونکہ اسی لمحے ایک کار اگر دی تھی۔ اس میں سے ایک نیشنل ایل جوڑا اتر کر مین گیسٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ وہ یہاں سے نکل جائے اور عمران کو اطلاع کرے۔ مگر پھر اس نے فیصلہ بدل دیا کیونکہ جیسے ہی جموں کو اس کے پھٹنے کی اطلاع ملنی ہے۔ انہوں نے وزیر اعظم کو ختم کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اس لئے اس قسم کا اقدام قطعی غیر مناسب ہے۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی حل اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا چنانچہ وہ بینک پر لیٹ گیا۔ اور اپنی تمام ذہنی قوتوں کو اس مسئلے کے حل کے لئے استعمال کرنے لگا۔



عمران اپنے مخصوص میز پر بائیس میں چہرے پر حقاقتوں کی تہ پر بٹھلاتے ہوٹل بزم میں داخل ہونے لگا تو دربان نے ایک بار تو انہیں پھاڑ کر اسے دیکھا اور پھر ہاتھ آگے بڑھا کہ دروازے میں داخل ہونے سے روک دیا۔

"کیا بات ہے صاحب — آپ کیوں اندر جانا چاہتے ہیں؟ دربان نے قدرے کرخت لہجے میں کہا۔

"م — م — مجھے جھوک لگی ہے — میں نے کھانا کھانا ہے۔" عمران نے چوک کر جواب دیا۔ اس کے لہجے میں بڑی عاجزی

اور پھر جیسے ہی وہ جوڑا دروازے کے سامنے آیا، عمران دروازے کو گھیر کر چوڑا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر بولا۔

”دیکھئے صاحب! اندر جانے کا پہلا بھر میرا ہے۔ جب تک میں نہیں جاؤں گا۔ آپ نہیں جاسکتے اور دربان مجھے اندر نہیں جانے دیتا۔“

اس جوڑے کے چہرے پر اس کی بات اور اس کا فیصلہ سن کر انتہائی ناگوار سی اور حقارت کے آثار پیدا ہوئے اور پھر مرد بولا۔  
”دربان! یہ کیا مشاغلہ گار کھا ہے۔ منیجر کو بلاؤ اور اس پانگل کو ہوٹل سے باہر نکالو۔“ اس کے لہجے میں بے پناہ غصہ تھا۔

”منیجر کو۔۔۔ ٹھیک ہے میں بلا لانا ہوں۔۔۔ آپ یہاں ٹھہریں۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر اپنی طرف بڑھتے ہوئے دربان کو دھکا دے کر تیزی سے دروازہ کھول کر اندر غائب ہو گیا۔ دربان اٹھ کر اندر جانے لگا۔ مگر اسی لمحے ایک اور کاراگر کی اور دربان کو ان کے استقبال کے لئے مجبوراً دروازے پر رونا پڑا۔

”ہم ابھی منیجر سے بات کرتے ہیں۔۔۔ اب اس ہوٹل میں ایسے لنگے بھی آنے لگے ہیں۔“ پہلے والے صاحب نے غصہ سے چٹکارتے ہوئے کہا اور پھر اپنی ساتھی عورت کا ہاتھ پکڑ کر ہوٹل میں گھستا چلا گیا۔ اور دربان بیچارے کا رنگ زرد پڑنا چلا گیا کیونکہ اسے اپنی فکری جاتی یقینی دکھائی دینے لگی۔

وہ دونوں جیسے ہی ہال میں داخل ہوئے۔ انہیں عمران ہال

کے درمیان ایک میز پر بیٹھا نظر آیا۔ ہال میں موجود دیگر لوگوں کی نظریں بھی اسی پر مرکوز تھیں۔ ظاہر ہے اس کا علیہ ہی ایسا تھا کہ لوگوں کی توجہ دہی اس کی طرف ہوتی چاہیے تھی۔ اور پھر انہیں منیجر تیزی سے عمران کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ شاید اسے بھی اطلاع مل گئی تھی۔ انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

انہیں یقین تھا کہ اب منیجر ضرور اس گھٹیا آدمی کو اٹھا کر باہر پھینک دے گا اور ہوٹل کا اعلیٰ سٹیڈنڈز قائم رہے گا۔ وہ چلتے ہوئے اپنی ربیزرو میز پر پہنچ گئے۔ اور اتفاق سے ان کی میز اس میز سے بالکل ملحقہ تھی جس پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔

منیجر عمران کے قریب آ کر رکا اور پھر اس نے چہرے پر کاروباری مسکراہٹ لاتے ہوئے عمران سے بڑے با اخلاق لہجے میں کہا۔  
”صاحب! اس ہوٹل میں داخلے کے کچھ اصول ہیں اور وہ اصول یہ ہیں کہ پہلے میز ربیزرو کر لی جائے اور دوسرا یہ کہ آپ کو لازماً سوٹ میں ملبوس ہونا چاہیئے۔“

عمران بڑے اطمینان سے منیجر کی بات سن رہا اور پھر بولا۔  
”بڑے اچھے اصول ہیں جناب۔۔۔ میں نے تو ایسے ہوٹل بھی دیکھے ہیں۔ جہاں بلیز کیڑوں کے آنا لازمی ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے اس ہوٹل کا نام اخلاقی اصول پسند ہوٹل رکھ دیں۔“ عمران کے بچے میں قرینیت کے ساتھ ساتھ تحدیدت کا جذبہ بھی شامل تھا۔  
”مگر جناب!۔۔۔ آپ نے یہ دونوں اصول پورے نہیں کئے اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ تشریف لے جائیں۔ اس بار منیجر کے لہجے میں



بلکی سی تلخی تھی۔

”اور اگر میں نہ ہاؤں تو“۔ جواب میں عمران نے بھی تلخ لہجے میں کہا۔

”تو پھر ہمیں زبردستی کرنی پڑے گی۔“ منیجر نے اس بار مکمل کر انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”تو ٹھیک ہے کرو۔“ مگر منہ ہارے لئے بہتر یہ ہے کہ میرے لئے ایک کریم کافی بیچ دو“۔ عمران نے یوں جواب دیا جیسے کان پر سے میٹھی اڑا رہا ہو۔

”آپ اٹھتے ہیں یا نہیں۔۔۔۔۔ یا میں بلاؤں پولیس کو۔ یہ شرفا کا ہو مل ہے۔ آپ جیسے بد معاشوں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔“ منیجر نے بھرپور غصے میں کہا۔ اس کی آنکھیں شعلے لگنے لگی تھیں اور اب ہول میں موجود تمام افراد خاموش ہو کر یہ تناشر دیکھنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ چند برے بھی اس میز کے گرد اکٹھے ہو گئے تھے جیسے منیجر اگر انہیں حکم کرے تو ابھی عمران کو اٹھا کر باہر پھینک دیں گے۔

”بلاؤ پولیس کو۔۔۔۔۔ تاکہ میں انہیں بتا دوں کہ شرفا کے اس ہولی کے تہ خانے میں غیر ملکی سمگل شدہ شراب کا خام ذخیرہ موجود ہے۔ یقیناً“ حکم پولیس مجھے حق کارکردگی کا اسے کلاس سرٹیفکیٹ دینے پر مجبور ہو جائے گا۔“ عمران نے بڑے دھیمے لہجے میں جواب دیا اس کی آواز صرغ منیجر نے سنی اور اس کا رد عمل اس پر بے حد شدید ہوا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کی لکیریں ابھر آئی تھیں اور آنکھوں میں ابھرنے کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

وہ چند لمحے خاموش کھڑا رہا۔ پھر اس نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔  
”جناب۔۔۔۔۔ اگر آپ نے کافی ہی پینی ہے تو آپ میرے کمرے میں تشریف لے آئیں۔۔۔۔۔ میں آپ کی خدمت کرنے میں فخر محسوس کروں گا“

”سر منیجر۔۔۔۔۔ اگر تمہیں ہونٹ چلانا ہے تو بہتر یہ ہے کہ خاموشی سے واپس چلے جاؤ اور اس میز پر سے ریڈر ویشن کارڈ بھی اٹھاتے جاؤ۔ اور میرے کو کہو کہ مجھے ایک ڈبل کریم کافی لاوے۔“ عمران نے اس بار بے مد سنجیدہ اور تلخ لہجے میں کہا۔

اس لمحے اس کے چہرے پر حماقتوں کی تہ کی بجائے چٹانوں کی سی سنجیدگی ابھر آئی تھی۔ اور منیجر لرز کر رہ گیا۔ گو دوسرے لمحے عمران کے چہرے پر دوبارہ حماقتوں کا آبشار بہنے لگا تھا۔ مگر منیجر کو اسی ایک لمحے میں عمران کے چہرے پر سب کچھ نظر آ گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے قریب کھڑے ہرے کو ڈپٹ کر کہا۔

”صاحب کو ایک ڈبل کریم کافی پیش کر دو جلدی“۔ اور وہ خود میز پر بٹرا ریڈر ویشن کارڈ اٹھا کر تیزی سے واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔

اسے یوں جالتے دیکھ کر بال میں موجود تمام مسٹر ادبے حد حیران ہوئے۔ مگر وہ کہ بھی کیا سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے منیجر کی اس طسرح داپسی سے وہ سمجھ گئے تھے کہ نوجوان کسی اہم شخصیت کا مالک ہے۔ چنانچہ چند لمحوں کے بعد وہ سب اسے بھول بھال کر اپنی اپنی خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے۔

برے نے کریم کافی لاکر عمران کے سامنے رکھی۔ عمران نے کافی کا ٹکڑا اٹھایا اور پھر جیسے ہی اس کی نظریں اٹھیں اسے دور ایک کونے میں بلیک زبرد میک اپ میں بیٹھا نظر آگیا۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کافی سپ کرنی شروع کر دی۔ وہ بڑے آہستہ آہستہ کافی سپ کرنے لگا۔ البتہ اس کی نظریں بال کا باقاعدہ جائزہ لے رہی تھیں۔ کافی پینے کے بعد اس نے ایک طویل سانس لی اور پھر برے کو اشارہ کیا۔

”بلے آؤ“ عمران نے سپاٹ بلبجے میں کہا۔

اور برے نے چند لمحوں میں بل لاکر اس کے سامنے دکھ دیا۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک بڑا سا نوٹ پلیٹ میں ڈالتے ہوئے برے سے کہا۔

”باقی تمہاری نیپ“ — اور برے کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی جھٹی رہ گئیں۔ اتنی نیپ تو اس موٹل میں آنے والے کسی رئیس سے رئیس آدمی نے بھی نہیں دی تھی۔ مگر عمران کو کسی سے اٹھ کر بڑی بے نیازی سے چلتا ہوا میسر وئی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

گیٹ پر موجود دربان اسے یوں اطمینان سے باہر آتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی بات کرتا۔ عمران کا ہاتھ حجب سے باہر آیا اور ایک نوٹ دربان کی جیب میں پسیجے گیا۔

دوسرے لمحے دربان نے بڑے موٹا باز انداز میں عمران کو سلام کر دیا۔ مگر عمران اسے دیکھے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔

اور پھر باری باری وہ تقریب ”تمام بڑے بڑے ہولٹوں اور

سینٹرنس میں گیا مگر نہ کہیں گرے کے آدمیوں نے اسے گھیرا اور نہ ہی کوئی مشکوک آدمی اسے نظر آیا۔

چنانچہ تھک مار کر رات کو اس نے اپنی کار کا رخ فلیٹ کی طرف موڑ دیا۔ وہ ذہنی طور پر بے حد سبب زاری محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ اس طرح اس کا تمام پروگرام ورم برعم ہوتا نظر آ رہا تھا۔ قومی اسمبلی کے فیصلے میں صرف تین دن باقی رہ گئے تھے۔ اور تین دن سے پہلے پہلے گرے کی گرفتاری لازمی تھی۔ تاکہ پرائم منسٹر کو اطمینان سے اتنے اہم قومی اور مذہبی مسئلے کا فیصلہ کرنے کا موقع مل جائے۔

مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ گرے گھر کے سر سے سینک کی طرح غائب ہو چکا تھا۔ گو اس نے ٹائیگر کو پرائم منسٹر کی حفاظت کے لئے بھیج دیا تھا۔ مگر اسے معلوم تھا کہ گرے انتہائی اقدام صرف اس وقت اٹھائے گا جب وہ طرف سے مایوس ہو جائے گا اور اس وقت گرے کی گرفتاری کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ملک لازمی طور پر انتشار کا شکار ہو چکا ہوگا۔

مگر اب وہ گرے کو کس طرح بل سے باہر نکالے۔ یہی بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ یہی سوچتا ہوا وہ اپنے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ بلیک زبرد اسے فلیٹ پر پہنچا کر واپس داخل منزل چلا گیا ہوگا۔

باس تبدیل کر کے وہ بیڈ پر لیٹ گیا اور اس کی ریڈی میڈ کلوٹری نے گرے کے مشتق سیخ بھانڈا کرنا شروع کر دیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ وہ نیند کی وادیوں میں گم ہوتا چلا گیا۔ اب اس کے سوا اور کو بھی کیس سکتا تھا۔

سیون نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”اوکے — تم اس کی مکمل نگرانی کرو — اُسے چھڑنے یا اس کے سامنے آنے کی ضرورت نہیں۔ فبرقہری کو فون کر کے اس سے مکمل ہدایات لے لو۔ وہ اس مشن کو کمزور کرے گا اگرے نے اسے جہالت دی۔

اور پھر کریڈل دبا کر اس نے ایک اور فبرڈ ائل کیا۔ فوراً ہی رابطہ مل گیا۔

”گرے سپیکنگ“ — رابطہ طے ہی گرے نے کرفت بچے میں کہا۔

”فبرقہری سپیکنگ باس“ — دوسری طرف سے موبانہ آواز سنائی دی۔

”فبرقہری“ — سسٹی سیویں نے ابھی ابھی مجھے کال کیا ہے کہ عدوان کو اس نے کیفے ڈیگارد میں چپک کر لیا ہے۔ تم اپنے گروپ کی مدد سے اس کی مکمل نگرانی کرو۔ اور یہ ضروری ہے کہ وہ تباہی طرف سے مشکوک نہ ہونے پائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی چپک کرنا کہ اس کی کوئی نگرانی کر رہا ہے یا نہیں۔ جب وہ اپنی رہائش گاہ میں جائے پھر مجھے کال کر کے مزید ہدایات لے لینا۔“ گرے نے اسے ہدایات دیں اور ریسپور کریڈل پر رکھ دیا۔

ابھی ریسپور رکھ کر وہ کسی پریسیدھا جی ہوا تھا کہ اچانک میز پر موجود انٹرکام نے موسیقی بکھرنی شروع کر دی۔

گرے نے چوہک کر انٹرکام کا ریسپور اٹھایا اور مٹن دبا دیا۔ مٹن

جیسے ہی ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ گرے نے چوہک کر ریسپور اٹھایا۔

”یس — گرے سپیکنگ“۔ اس نے انتہائی کرفت بچے میں کہا۔

”باس — میں سسٹی سیویں بول رہا ہوں — جس آدمی کا آپ نے علیحدہ کر میں تلاش کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ آدمی اسوقت کیفے ڈیگارد میں موجود ہے۔“ دوسری طرف سے ایک موبانہ آواز اُبھری۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ وہی آدمی ہے؟“ گرے نے چوہک کر پوچھا۔

”یس باس — علیے کے مطابق قطعی وہ ہے — اور دوسری بات یہ کہ میں نے اچھی طرح چپک کیا ہے وہ میک اپ میں بھی نہیں ہے۔ حرکات سے بھی وہ احمق نظر آ رہا ہے۔ اس نے لباس بھی احمقوں جیسا، میرا مطلب مختلف رنگوں کا لباس پہن رکھا ہے۔“ سسٹی

دبے ہی موسیقی کی آواز بند ہو گئی۔ اور اس کی بجائے ایک نسوانی آواز ابھری۔

”باس — فارن کال فار مشن — پلیز اٹنڈ۔“  
”اوکے“ — گرسے نے کہا اور ریسپور رکھ دیا۔

ریسپور رکھ کر وہ اٹھا اور میدھا کرے میں موجود ایک دیوہنگل آہنی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی اور اس میں سے ایک پینٹا سا باکس نکال کر اس کے کونے سے ایک راڈ باہر کھینچی اور جیب سے کی رنگ نکال کر اس نے اس راڈ کو ٹپ کیا۔ کی رنگ کے راڈ کے ساتھ ٹپچ ہوئے جی باکس میں ایک بلب جلنے لگے۔

”اسکیپ گرسے کا رنگ — اور — اسکیپ گرسے نے سخت لیکن سپاٹ لہجے میں کہا۔

”جی۔ ایم فرام سنٹرل آفس ہیڈنگ — اور — دوسری طرف سے باوقار لہجے میں پوچھا لیا۔

”فرمائیے — کیا بات ہے۔“ گرسے نے لہجے کو نرم کرتے ہوئے کہا۔ اس کے دادہو لہجے میں کافی سختی موجود تھی۔

”مشر گرسے — مشن کی پوزیشن کیا ہے — اور — دوسری طرف سے باوقار لہجے میں پوچھا لیا۔

”ہم کامیابی کے قریب ہیں — اور — گرسے نے مختصر لفظوں میں جواب دیا۔

”مشر گرسے — اگر آپ اپنے مشن میں ناکام رہے تو معاملات بے حد خراب ہو جائیں گے — پاکیشیا کا وزیر اعظم بیرونی دباؤ مانا

نظر نہیں آ رہا۔ پھر ہمارے حواری ملک جو ہمارے حق میں دباؤ ڈالی ہے اس کے مقابل میں ہیں۔ دیگر مسلم ممالک ہمارے خلاف فیصلے پر دباؤ نہ رہے ہیں۔ اس لئے بیسرونی دباؤ کے سلسلے میں ہم زیادہ پرامید نہیں ہیں۔ اب صرف تمہارا سہارا باقی رہ گیا ہے۔ اس لئے تمہیں ہر قیمت پر کامیاب ہونا ہے — اور — جی ایم نے کہا۔

”آپ بے شک رہیں — میرا نام اسکیپ گرسے ہے۔ اور اسکیپ گرسے پوری زندگی میں کبھی ناکام نہیں ہوا۔ یورپین ممالک بھی جن کی انتہائی تربیت یافتہ اور جدید ترین سائنسی ہتھیاروں سے ایس سیکرٹ سرو سز ہیں۔ وہ سب میرا نام سن کر لرز اٹھتے ہیں۔ یہ تو بیچارہ ہے جی انتہائی پس ماندہ ملک — اور — اسکیپ گرسے نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

”یہ تو ہمیں بھی معلوم ہے — اسی نے تو تمہارا انتخاب کیا گیا تھا۔ حکومت جانتے ہو یہ ہمارے لئے زندگی موت کا سوال ہے۔ اس لئے اگر تم مناسب سمجھو تو مختصر طور پر ہمیں بتا دو کہ تم کن لائنز پر کام کر رہے تاکہ ہم اپنے مہمان کو تسلی دے سکیں — اور — جی ایم نے کہا۔

”میں آپ کی کیفیت سمجھتا ہوں — اس لئے مختصر طور پر بتا دیتا ہوں کہ میں نے وزیر اعظم کو بلیک میل کر لیا ہے۔ اب اگر وزیر اعظم نے میری بات نہ مانی تو نہ صرف وہ خود بلکہ پورا ملک کسی کوشش دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ اور اگر اس طرف بھی وہ نہ مانا تو میں نے تمام انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔ فیصلہ نہ کرنے سے چند گھنٹے پیشتر وزیر اعظم کا ہتھیار صاف کر دینا ہے — اور — اسکیپ گرسے نے جواب دیا۔

”بہت خوب۔۔۔ یہ ٹھیک ہے۔۔۔ ہر حال تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ اس نے ہمیں ہر لمحے چوکنا رہنا چاہیے۔۔۔ باقی باقی۔۔۔ اود رائنڈا کی۔۔۔ جی ایم نے سرت پھرے لہجے میں کہا۔ اور گرے نے بھی مسکراتے ہوئے کی رنگ دوبارہ راڈ سے پرچہ کیا۔ اور بلب بکھر گیا۔

گرے نے راڈ بند کر کے باکس دوبارہ الماری میں رکھا۔ اور مسکراتا ہوا واپس اپنی میز کی طرف بڑھ آیا۔ جیسے ہی وہ میز کے قریب پہنچا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

گرے نے ریسیور اٹھایا اور اپنے مخصوص کدخت لہجے میں بولا۔

”گرے سپیکنگ۔“

”باس۔۔۔ میں فبرتھری بول رہا ہوں۔۔۔ علی عمران کی ہم نے مکمل نگرانی کی ہے۔ اس کی نگرانی کوئی بھی نہیں کر رہا اور اس وقت وہ اپنے فلیٹ میں موجود ہے۔ ہم نے یہ بھی معلوم کر لیا ہے کہ اس کے فلیٹ میں اس کے علاوہ صرف ایک باورچی رہتا ہے۔“

فبرتھری نے جواب دیا۔

”اس وقت وہاں تمہارے کتنے آدمی موجود ہیں۔“ گرے نے سوال کیا۔

”دس آدمی جناب۔“

”تو ایسا کرو۔۔۔ کہ اسے بے ہوش کر کے میز کو اڑھائی پہنچا دو۔ یہ خیال رہے کہ وہ واقعی بے ہوش ہو اور کوئی آدمی تمہارے پیچھے نہ لگا ہوا ہو۔ جس کا میں اسے لے آیا جائے، باقی کا میں اسے ہاتھ دے اس کی نگرانی کریں۔۔۔ بے حد ہوشیار رہی سے کام کرنا۔ وہ انتہائی چالاک اور

خیار شخص ہے۔“ گرے نے فبرتھری کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں باس۔۔۔ ہم اسے اس طرح میز کو اڑھائی پہنچائیں گے کہ کسی اور کو تو کیا خود اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہوگا۔ فبرتھری نے جواب دیا۔

”اوکے۔“ گرے نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

اسے معلوم تھا کہ فبرتھری عمران کو لے آنے میں یقیناً کامیاب رہے گا۔ کیونکہ فبرتھری اس کام میں جہالت کا درجہ رکھتا تھا اور پھر وہ دل کھول کر کارڈیلا کا انتقام اس سے لے سکے گا۔



عمران نے چونکہ بے حد ہوشیار مینڈ سونے کا عادی تھا۔ اس نے جیسے ہی اس کے کانوں میں بلکے سے کھٹکی کی آواز پہنچی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر دوسرے ہی لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ آنکھ کھلتے ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ گرے میں دودھیا رنگ کی گیس پھینچی جا رہی ہے۔ گیس کا بخور بھی اسے نذر آ گیا تھا۔ یہ گیس کی سول سے نکل رہی تھی۔ عمران ایک لمحے میں تمام سچوین سمجھ گیا۔ چنانچہ دوسرے لمحے اس

نے اپنا سانس روک لیا اور آنکھیں مضبوطی سے بند کر لیں۔ تاکہ گیس کے اثرات اس کی آنکھوں کو متاثر نہ کر سکیں۔

چند لمحوں بعد اس نے دروازے کا ہینڈل گھومنے کی آواز سنی اور پھر دروازہ کھل گیا۔ وہ اسی طرح سانس روکے پڑا رہا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے ایک آنکھ کو تھوڑا سا کھولا تو اس نے دیکھا کہ دروازہ پاٹ کھلا ہوا ہے اور گیس تیزی سے باہر نکلتی جا رہی ہے دوسرے لمحے اس نے دو نقاب پوشوں کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا وہ میڈھے عمران کے قریب آئے اور پھر ان میں سے ایک نے عمران کی کلائی پکڑ کر اس کی نبض منگوائی شہر سے کرا دی۔

”یہ بے ہوش ہو چکا ہے“ اس نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 ”اچھی طرح چیک کر لو۔۔۔۔۔ ہاس نے کہا تھا کہ یہ بے حد  
 حالاک اور عیارسخت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ اوکاڑی کر دے جو اور بعد میں  
 ہانس میں کچا ہی چا جائے۔“ دوسرے نقاب پوش نے کہا۔ اور پہلے  
 نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا اور چھداس کی آنکھوں کے پوٹے  
 کھول کر دیکھے۔ مگر عمران تو پہلے ہی سے ہانس روکے پڑا تھا۔ اس لئے  
 ٹھہرے انہوں نے اسے بے ہوش ہی سمجھا تھا۔

”یہ قطعی طور پر بے ہوش ہے۔“ پہلے نقاب پوش نے فیملی کن لہجے میں کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔۔۔ اسے کانٹھے پر اٹھا لاؤ اور میرے پیچھے آؤ۔“ دوسرے نقاب پوش نے کہا۔

اور پھر پہلے نقاب پوش نے جھک کر عمران کو دونوں ہاتھوں سے

اٹھا کر اپنے کانڈھے پر لا دیا۔ اور بھروسہ و دونوں تیز تیز قدم چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئے۔ اسی لمحے دو اور نقاب پوش بھی وہاں پہنچ گئے۔

”باورچی بے حوش ہے؟“ پہلے نقاب پوش نے آنے والے سے پوچھا۔

”جی ہاں۔۔۔“ اُنے والوں نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ آؤ۔۔۔ اس نے کہا اور پھر وہ عمران کو لئے فلیٹ کی سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔“

عسکرانِ دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ اس نے مجرموں کے  
اڈے میں جانے کی راہ نکال دی۔ ورنہ وہ تو مایوس ہو چکا تھا اور کچھ  
اور یہ وگرام بنانے کی سوچ رہا تھا۔

لقاب پوشوں نے عمران کو کامیں ڈالا۔ اور پھر ان کی کار  
تیز رفتاری سے فاصلوں کو ننگے لگی۔

عمران بچپلی سیٹ پر دروازہ کھینچیں بند کئے تصور ہی تصور میں راستے کا اندازہ نہ کر رہا تھا۔ دارالحکومت کی تمام مشرکیں اور ان کے موڑ اس کے ماننے پر نقش تھے۔

اس لئے غلیٹ سے نکل کر جیسے ہی کار ملی اسے اندازہ ہو گیا کہ کار کا رخ کس طرف ہے۔ پھر جہاں جہاں کار کا دائیں یا بائیں مڑنی اسے اندازہ ہوتا چلا جاتا۔

چنانچہ تقریباً پچیس منٹ بعد جب کار کی اور اس کا بارن محض  
انداز میں دو دفعہ بجایا تو عمران سمجھ گیا کہ کار محرموں کے میڈیکوارٹر

پر رکی ہے۔ پھر کارو دوبارہ چلی اور تھوڑی دور جا کر رک گئی۔

دوسرے لمحے عمران کو کار سے باہر نکالا گیا اور پھر اسے کاغذ پر لادے وہ لوگ عمارت میں گھس گئے۔

عمران نیم وا آنکھیں کئے تمام راستے بھولی دیکھ رہا تھا۔ مختلف کدوں سے گزر کر وہ ایک لفٹ کے ذریعے نیچے تنہا خانوں میں اترے۔ اور آخر کار ایک بڑے کمرے کے درمیان فرسش پر اس کو ٹا دیا گیا۔

"لے آئے" کسی نے قناب تو نہیں کیا۔ ایک گونج دار آواز سنائی دی اور عمران آواز سے ہی پہچان گیا کہ وہ اسکیپ گرنے کے سامنے پہنچ گیا ہے۔

"نہیں باس" کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ ایک نقاب پوش نے مونہ بانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے" اسے ہوش میں لے لے آؤ۔" اسکیپ گرنے نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے حکم دیا۔

اور چند لمحوں بعد عمران کے چہرے پر پانی کی بوجھاڑ پڑی اور عمران تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔

"کیا کر رہے ہو سلیمان۔۔۔ کیا نکلوں میں پانی آ گیا ہے۔ کمال ہے۔ اب ہماری کارپوریشن اس قابل ہو گئی ہے کہ نکلوں میں پانی پہنچا سکے۔" عمران نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں مسلتے ہوئے کہا۔

"ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ اچھا مذاق کر لیتے ہو۔" اچانک گرنے کا زردور قہقہہ گونجا۔ اور عمران نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

سانے ہی دونوں ہاتھ کو ہون پھر رکھے گرنے کھڑا تھا۔ اور ارد گرد

نقدیاً بائیں آدمی شین گین اٹھائے اسے کور کئے ہوئے تھے۔

"ارے۔۔۔ گرنے بھائی۔۔۔ آپ کب آئے۔ خوش آمد

وہ آئیں گھر میں ہمارے ذبے نصیب۔" عمران نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے دو گرنے کی طرف یوں پکا جیسے مصافحہ کرنا چاہتا ہو۔

"خبردار۔۔۔ اگر حرکت کی تو ابھی گولیوں سے جیون دھون کا۔ گرنے نے جواب میں کوڑک دار لہجے میں کہا اور عمران کے اٹھتے ہوئے قدم یوں رک گئے جیسے کسی پتی جونی کار کو فل بریک لگا دی ہوئے۔

"ارے۔۔۔ آخر ایسی بھی کیا بے مروتی۔۔۔ اتنی مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے اور تم لفٹ ہی نہیں کرا رہے۔" عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

گرنے جواب میں اسے چند لمحوں تک گھورتا رہا۔ پھر بولا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم جیسے چڑی مارنے کا زڈیل کو بے بس کر دیا تھا۔" اس کے لہجے میں تعجب کی آمیزش نمایاں تھی

"اگر میں چڑی مار ہوں تو یقیناً گاڑ ڈیلا کسی چڑیا کا نام ہوگا۔" عمران نے اسی طرح معصوم سے لہجے میں جواب دیا۔

"بہر حال۔۔۔ یہ میرا فیصلہ ہے کہ گاڑ ڈیلا کے ہاتھوں ہی قبضہ

ڈیاں تڑواؤں گا۔" گرنے نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور پھر ایک آدمی

مخاطب ہو کر بولا۔

آیا کہ ڈاکٹر کو بلاؤ۔۔۔"

کے وہ آدمی فوراً مڑ کر باہر چلا گیا۔

ہم دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے سے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اسے گرے  
نجات کا یقین نہ آ رہا ہو۔

”حیرت سے کیا دیکھ رہے ہو ڈاکٹر۔۔۔ یہی وہ عمران ہے جس  
نے گاڑیلا کو بلے میں کر دیا تھا۔“ گرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور  
عمران نے ڈاکٹر کو آنکھ ماردی اور ڈاکٹر بے اختیار جھینپ گیا۔  
”گاڑیلا کا ایک اس قابل ہو سکے گا کہ با آسانی چل پھر سکے۔“ ڈاکٹر  
نے گرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔۔۔ ہم اس کی زندگی کا ایک دن اور بڑھا  
دیتے ہیں۔“ اس کیپ گرے نے سخت آمیز بھجے میں جواب دیا۔  
”بہت بہت شکریہ گرے بھائی۔۔۔ دیلے میری ایک دوست  
ہے کہ میں ابھی تک کنوارہ ہوں۔۔۔ کل تو میں نے مزاجی ہے اور  
سنے کہ کنواروں کا حنا زہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسا کر دو کہ اگر تمہارے  
پاس کوئی لڑکی ہو تو اس کی شادی مجھ سے کر دو۔۔۔ کم از کم میں مجازہ  
تو جائز کرالوں“

عمران نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس کو لے جاؤ۔۔۔ اور سات مہینے چھینک دو۔ سات مہر  
کی کڑی نگرانی کی جائے۔“ گرے نے اس کی بات نظر انداز کرتے  
ہوئے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

اور پچھلے ستھین گنوں کے گھیرے میں عمران کو کمرے سے باہر لے  
آ گیا۔ اور مختلف داماداریوں سے گزر کر وہ ایک کمرے کے دروازے  
کے سامنے رکھ گئے۔ ایک آدمی نے دروازہ کھولا اور پھر عمران کو اندر

”مگر تم بڑیاں توڑ کر کیا کرو گے۔۔۔ کیا ان کا سرمہ بنائے  
اگر ایسی بات ہے تو مجھے بتاؤ میں تمہیں سالم بذیوں کا سرمہ بنانے کا  
اکیری نسخہ بتا دوں۔ ساری عمر کے لئے تمہاری روزی کا دھندا  
بن جائے گا۔“

عمران نے تجویز پیش کی اور گرے کی آنکھوں میں غصے کے چراغ  
جل اٹھے۔ ظاہر ہے اس کے آدمی اس سے آنکھیں ملا کر بات کرنے  
کے مادی نہیں تھے۔۔۔ اور عمران سب کے سامنے اس کا  
ذائقہ اڑا رہا تھا۔

شٹ اپ۔۔۔ یونانس۔۔۔ اگر گاڑیلا کا مسئلہ درمیان  
میں نہ ہوتا تو میں خود ہی تمہاری زبان گدی سے کھینچ لیتا۔“ گرے  
نے انتہائی کڑکھار لہجے میں کہا۔

”گاڑیلا کا مسئلہ۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ گاڑیلا کوئی بہت بڑا  
حساب دان ہے۔ یہ فیثا غورث کا مسئلہ تو ہم نے کورس کی کتابوں  
میں پڑھا ہے۔۔۔“

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا اچانک بوڑھا ڈاکٹر کمرے  
میں داخل ہوا۔ اور گرے کے سامنے بڑے موڈ بانہ انداز میں کھڑا ہو  
گیا۔

”دیکھو ڈاکٹر۔۔۔ اس چڑیا کے بچے نے تمہارے گاڑیلا کا ستر  
کیا تھا۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ اب گاڑیلا میرے سامنے اس  
بڑیاں توڑے۔“ گرے نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور ڈاکٹر بڑے حیرت بھرے انداز میں عمران کو سر سے



وکیل دیا گیا۔

عمران جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بڑی طرح چونک گیا۔ کیونکہ سامنے اسے بیڈ پر ٹائیسگر پرسنل سیکرٹری کے روپ میں نظر آیا۔ ٹائیسگر نے وہ وزیر اعظم کے دفاع کے لئے بھیج چکا تھا۔  
”ٹائیسگر“ تم اور یہاں “عمران نے اس کی طرف بڑے ہونے کہا۔

”ہاں عمران صاحب — مجھے کل رات کو اغوا کیا گیا ہے۔ اور میری بجائے میرے ایک آپ میں مجرموں کا آدمی وزیر اعظم کے پرسنل سیکرٹری کے روپ میں بھیج دیا گیا ہے۔ میرے پاس جو کچھ ٹرانسپیر نہیں تھا اس لئے میں آپ کو اطلاع نہیں کر سکا۔“ ٹائیسگر نے ذمات آمیز لہجے میں جواب دیا۔

”ویری بیڈ — ٹائیسگر — تم نے غیر ذمہ داری کی انتہا کر دی۔ اس کا مطلب ہے آئندہ تم پر اعتماد کرنا محال ہوگی۔ تم یہاں اگر اطمینان سے بیٹھ گئے — تم نے اتنا نہیں سوچا کہ وزیر اعظم کے پرسنل سیکرٹری کے روپ میں مجرموں کا آدمی ہونے سے وزیر اعظم کی ذات کو کتنا بڑا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے — تمہیں ہر قیمت پر یہاں سے نکل کر مجھے اطلاع دینی چاہیے تھی۔“ عمران نے انتہائی فیصلے لہجے میں کہا۔ غصے کے مارے اس کا بڑا حال تھا۔

”میں نے پہلے سوچا تھا کہ یہاں سے فوری طور پر نکل جاؤں مگر پھر میں اس لئے رک گیا کہ میرے آپ کو اطلاع دینے اور آپ کے بذولت کے دوران کہیں میری گمشدگی کی وجہ سے وہ وزیر اعظم کو نقصان نہ پہنچا

دیں۔“ ٹائیسگر نے دیے دیے لہجے میں کہا۔

اور تمہارے یہاں بیٹھے رہنے سے تو انہوں نے وزیر اعظم کو دودھ پلنا ہے،“ عمران نے جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا۔ اب جھلانا ٹیگر کیا جواب دیتا۔

عمران بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ قومی اسمبلی کے فیصلے میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔ اور اس کے نظریے کے مطابق وزیر اعظم کی جان شدید خطرے میں تھی۔ کیونکہ اسے ذاتی طور پر یقین تھا کہ وزیر اعظم اور قومی اسمبلی نے اکثریت کے مطابق فیصلہ کرنا ہے اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ قومی اسمبلی نے کل اپنے فیصلے سے خیر طور پر وزیر اعظم کو طعن کرنا ہے۔ دو دن بعد قومی اسمبلی کے اجلاس میں اس فیصلے کا اعلان کیا جائے گا۔ اور کل جب قومی اسمبلی اپنے فیصلے سے وزیر اعظم کو مطلع کرے گی تو وزیر اعظم کا پرسنل سیکرٹری ضرور اس سے اکاد ہو جائے گا۔ اور چونکہ سیکرٹری مجرموں کا آدمی ہے۔ اس لئے مجرموں کو بھی اس فیصلے کا علم ہو جائے گا اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے اس پرسنل سیکرٹری کے ذریعے وزیر اعظم کو قتل کروانے کی ہر ممکن کوشش کرنی ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی ہونا چاہیے، کل دوپہر تک ہو جانا چاہیے۔ گھرے کو اور اس کے پرسنل سیکرٹری کو کل دوپہر سے پہلے گرفتار ہو جانا چاہیے۔ ورنہ پھر باقی مرسے گزر جائے گا۔

یہی کچھ سوچتا ہوا عمران کمرے میں ٹہلتا رہا۔ اس کے چہرے پر شدید الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ مجبوراً یہ تھی کہ اس کے پاس ٹرانسپیر نہیں تھا۔ وہ جب رات کو سونے لگا تھا تو واضح ٹرانسپیر

الہامی میں رکھ چکا تھا۔ کیونکہ اسے اس بات کی قطعی امید نہیں تھی کہ مجرم اسے یوں اغوا کر لیں گے۔ درہ اگر ٹرانسمیٹر ہوتا تو وہ بلیک زبرد کو مطلع کر کے کوٹھی پر ریڈ کر دیا ہوتا۔

اور اب اس کے پاس اتنا وقت باقی نہیں بچا تھا کہ وہ مجرموں کے اڈے سے باہر نکلے اور پھر سیکرٹ سروسز کے ذریعے مجرموں کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر کے انہیں گرفتار کرے۔ اس لئے اب ہر صورت میں اسے خود ہی مجرموں کو یہاں قابو کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔

مگر یہ بہت بڑا رسک تھا کیونکہ حالات ہی اتنے نازک تھے کہ اگر وہ ایک فیصلہ بھی ناکام ہو گیا تو پھر کچھ نہیں ہو سکے گا اور ملک بھی تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

مگر عمران کو اپنے آپ پر اعتماد تھا۔ اس لئے اس نے آخر کار مجرموں سے خود ہی اکیلے پنشنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور فیصلہ کر کے وہ اب ان سے پنشنے کے طریقہ کار پر غور کرنے لگا۔ اس کی مدد کے لئے صرف ٹائیگر ہی تھا اور کرے سے باہر ان کی کڑی نگرانی کی جا رہی تھی۔ ان سب سے پنشنے کے بعد گرے پر ہاتھ ڈالنا ناممکن تھا۔ مگر وہ عمران ہی کیا جو ناممکن کو ممکن کر دکھائے۔

چنانچہ اس نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹائیگر — تیار ہو جاؤ — ہمیں ابھی اور اسی وقت ایجنسی شروع کر دینا چاہیے۔ میں کل دوپہر سے پہلے گرے کو ہر قیمت پر قابو کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں تیار ہوں جناب — آپ دیکھیں گے کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل میں اپنی جان تک لڑا دوں گا۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ اچانک کمرہ زوردار قہقہے سے گونج اٹھا۔ اور یہ قہقہہ سن کر عمران اور ٹائیگر دونوں اچھیل پڑے عمران کا دل چاہا کہ دیوار سے سر ٹکرا کر خود کٹی کر لے۔ اس سے حماقتیں پر حمایتیں ہونی چلی جا رہی تھیں۔ ٹائیگر کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر وہ متیلا کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھا تھا۔ ظاہر ہے ان کی بات حیرت کرے سے کہیں اور سنی جا رہی تھی۔

یہ ایک معمولی سی بات تھی جس کا خیال کرنا اس کی فطرت کا جزو بن چکا تھا۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ عمران بھی بنیادی طور پر انسان ہی تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو اس کی آنکھوں میں شدید آنجن کے تاثرات ابھرے۔ مگر دوسرے لمحے وہ پرسکون ہو گیا۔ قہقہے کی گونج ختم ہونے کے بعد اسکیپ گرے کی آواز کرے میں گونج اٹھی۔

”علی عمران —! تم ابھی میرے مقابلے میں لطفی مکتب ہو۔ تم قطعی بے فکر رہو۔ جو کچھ تم سوچ رہے ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ہو گا وہی جو میں سوچوں گا۔ تمہارے وزیر اعظم کو ہر قیمت پر میری مرضی کے مطابق فیصلہ کرنا ہی پڑے گا۔ اسکیپ گرے نے ناکام ہونا سیکھا ہی نہیں۔“ اسکیپ گرے کا لہجہ نخوت اور طنز سے بھر پور تھا۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک زوردار گڑ گڑاہٹ ہونی اور کرے کے اکلوتے دروازے پر آہنی چادر کی شیش گڑ گئی۔ اب ان دونوں کے باہر نکلنے کے تمام امکانات یکسر معدوم ہو کر رہ گئے۔

”گرے — یہ تمہاری بھول ہے کہ اس ملک سے کامیاب ہو کر لوٹو گے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جس وقت تمہارے آدھی مجھے یہاں لے آئے ہیں۔ میں اس وقت پوشش میں تھا اور چونکہ میں خود تم سے ملنے کے لئے لے قرار تھا۔ اس لئے چلا آیا اور اب بھی تمہارا یہ کمرہ مجھے روک نہیں سکتا۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”با۔ با۔ با۔“ علی عمران اپنی کھسیا ہٹ کو چھپاؤ نہیں بہرائی میں اس وقت تک تمہیں زندہ رکھوں گا جب تک میں کامیاب نہ ہو جاؤں تاکہ تم اپنی کھلی آنکھوں سے میری کامیابی دیکھ سکو۔ بائی۔ بائی۔“ گرے کی آواز سنائی دی۔

اور اس کے ساتھ ہی سبکی سی کھٹک کی آواز سنائی دی اور عمران سمجھ گیا کہ اس نے رالہ ختم کر دیا ہے۔

عمران نے گہری نظروں سے گرے کا جائزہ لیا اور پھر اسے تسلیم کرتا پڑ گیا کہ وہ بے بس غیچی کی طرح خبرے میں قید ہو چکا ہے۔ اس کے دماغ میں ایک بھونچال سا آیا ہوا تھا۔ مگر گرے سے باہر نکلنے کی کوئی ترکیب پھر بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

زندگی میں پہلی بار عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ شکست کھا چکا ہو۔ ایک ایسی شکست جس کے بعد اس کا زندہ رہنا فضول تھا۔

یہ ایک بڑا کمرہ تھا۔ جس کے درمیان میں ایک بہت بڑی میز پر ایک دو پہل ٹرانسیر رکھا ہوا تھا اور میز کے پیچھے ایک سو فرما کر سی پر اسکپ گئے بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے دیوار کے ساتھ دس آدمی ہاتھوں میں سین گنیں اٹھائے چوکے کھڑے تھے۔ سین گنیں انہوں نے کا ندھے پر لٹکائی ہوئی تھیں۔ میز کے قریب ہی ایک اور کرسی پر دیوار کا ڈیلا بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسری کرسی پر ڈاکٹر بھی بیٹھا تھا۔

”پھر کیا خیال ہے گاڈفیلڈ — عمران کو بلواؤں۔ مگر یہ خیال رکھا کہ اگر اس بار عمران نے تمہیں شکست دے دی تو میں تمہیں اپنے ہاتھ سے گولی مار دوں گا۔“ گرے نے سنجیدہ لہجے میں گاڈفیلڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”باس — میرا خون کھول رہا ہے۔ انتقام کی آگ سے میری ہڈیاں ملگ رہی ہیں۔ آپ ایک بار اسے میرے سامنے کھڑا کر دیں۔ اس کے

بعد دیکھتے ہیں اس کا حشر کیا کرتا ہوں۔ یقین کریں کہ آپ کو بھی اس کی حالت دیکھ کر دم آنے لگے گا۔" کاؤڈیلا نے انتہائی ہوشیے انداز میں جواب دیا۔  
 "کیوں ڈاکٹر۔ کیا خیال ہے۔" گرے نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 "کاؤڈیلا ہر صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس بار وہ نوجوان اپنی مذاہن سلامت نہیں لے جائے گا۔ ڈاکٹر نے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ پھر میں اسے بلاتا ہوں۔ میں تو صرف اس لئے ڈکا ہوا تھا کہ مجھے موٹے کی کال کا انتظار تھا۔ میں چاہتا تھا کامیابی کی خبر سننے کے بعد میں اطمینان سے عمران کا حشر دیکھوں۔" گرے نے جواب دیا۔  
 "آپ بے فکر رہیں باس۔ آپ کو دنیا کی کوئی طاقت ناکامی کا لفظ نہیں سنا سکتی۔ آپ نے جس کام میں ہاتھ ڈالا ہے۔ آپ کامیاب رہے ہیں اور پھر یہ ملک تو دیسے ہی پس ماندہ ہے۔ یہ لوگ آپ کے حکم کی طاعت و رزی کیسے کر سکتے ہیں۔" کاؤڈیلا نے غوشا مدانہ لہجے میں جواب دیا۔  
 شاید اسے عمران سے انتقام لینے کی جلدی تھی۔

"ہاں۔۔۔ یہ تو ٹھیک ہے۔۔۔ چلو دونوں کامیابیاں اکٹھی ہی ہو جائیں تو اچھا ہے۔" گرے نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور پھر اس نے سامنے کھڑے ہوتے آدنی سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 "شو میر۔۔۔ سات فبر کے دو دنوں قیدیوں کو یہاں لے آؤ۔ اور دھیان رکھنا وہ کسی قسم کی غلط حرکت نہ کریں۔"  
 "بہتر باس۔۔۔ ویسے اگر آپ حکم کریں تو ان دونوں کو یہ ہوش کر کے یہاں لے آیا جائے۔" شو میر نے جواب دیا۔

"ہاں۔۔۔ یہ ٹھیک ہے۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی غلط حرکت سے تم لوگوں کے ہاتھوں ختم ہو جائے اور گاؤڈیلا کی حسرت دل کی دلی میں رہ جائے۔" گرے نے شو میر کو اجازت دیتے ہوئے کہا۔  
 گاؤڈیلا کرسی پر بیٹھا بار بار اپنی مٹھیاں کس رہا تھا۔ اس کی نظریں بال کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔

تقریباً دس منٹ بعد بال کا دروازہ کھلا اور پھر شو میر اور اس کے پانچ مسلح ساتھی عمران اور ٹائیگر کو کندھوں پر لا دے بال میں داخل مجھے اور انہوں نے عمران اور ٹائیگر کو کمرے کے فرش پر لٹا دیا۔ اور خود موڈ بانڈ انداز میں پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ عمران کو دیکھتے ہی گاؤڈیلا ایک جھٹکا کھا کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھہرو۔۔۔ اسے ہوش میں آنے دو۔" گرے نے گاؤڈیلا سے مخاطب ہو کر کہا۔

پھر اس کے اشارے پر شو میر نے آگے بڑھ کر عمران کو چتر مار کر بوٹھ میں لٹا دیا۔ مگر دوسرے لمحے عمران تڑپ کر اٹھا اور پھر ہلکے جھپکنے میں اس نے شو میر کو اٹھا کر گرے پر سے مارا۔

شین گنوں سے مسلح افراد نے چونک کر اپنی شین گنیں سیدھی کر لیں مگر گرے نے ہاتھ کا اشارہ کر کے انہیں رک دیا۔ گرے پر چپکے ہوئے شو میر کو گاؤڈیلا نے درمیان میں ہی جھپٹ لیا۔ اور ایک جھٹکے سے اسے دور پھینک کر قدم بڑھاتا ہوا عمران کے سامنے آکھڑا ہوا۔ عمران بھی شو میر کو چپک کر وہیں رک گیا تھا۔

اس وقت اس کے چہرے پر درد نگاہی اور بربریت نمایاں تھی۔

وہ ناموشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ویسے گاڑیلا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں غصہ کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اتنا قوی ہیکل آدمی اس نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔ عمران تو اس کے سامنے حقیر سا بونا دکھائی دے رہا تھا۔

گاڑیلا عمران کی بات سن کر تیزی سے آگے بڑھا۔ مگر اسی لمحے عمران تیزی سے چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ گاڑیلا سے خوفزدہ ہو گیا ہو۔

ٹائیسگر کو پہلی بار عمران کی حالت پر ترس آنے لگا۔ جیلا عمران اس دیو زاد کا کیسے مقابلہ کر سکتا تھا۔ یہ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا اور وہ اپنی جگہ سچا بھی تھا۔ کیونکہ یہ تو ڈاکٹر کا کمال تھا کہ اس نے گاڑیلا کو ایک بار پھر عمران کے مقابلے پر لاکھڑا کیا تھا ورنہ گاڑیلا ایک لحاظ سے مرجکا تھا۔

گاڑیلا نے جب عمران کو یوں پیچھے ہٹتے دیکھا تو اس نے ایک زوردار تہقہ لگایا۔ اور پھر مست مانتھی کی طرح جھومتا ہوا وہ آگے بڑھا۔ غابرے عمران کہاں تک ہٹ سکتا تھا۔

اور عمران اپنی جگہ کھڑا گاڑیلا کو دیکھ رہا تھا۔ عمران اور گاڑیلا کی نظریں ملیں اور پھر زیادہ سے زیادہ دو قدم بڑھنے کے بعد یکدم گاڑیلا ٹھٹھک کر رک گیا۔ عمران اور وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

”آگے بڑھو گاڑیلا۔۔۔۔۔ رک کیوں گئے۔“ گرس نے کرسی پر سے اٹھ کر گاڑیلا کی طرف بڑھتے ہوئے قہقہہ آمیز لہجے میں کہا۔

اور گاڑیلا کا بھی یہی حال تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ گاڑیلا عمران کی طرف بڑھتا۔ عمران نے گرس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”گرس۔۔۔ مجھے امید ہے تم نے اپنی ناکامی کی خبر سن لی ہوگی۔ اس لئے تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ تم شکست تسلیم کر کے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو۔ یقین رکھو میں تمہیں تمہاری مرضی کی موت ماروں گا۔“ عمران کے لہجے میں دردنگی کا تاثر نمایاں تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی چیتا غرار ہو رہا ہو۔

”ہا۔ ہا۔ ہا۔۔۔۔۔ ناکامی اور گرس دو متضاد چیزیں ہیں۔ مسٹر عمران۔۔۔ میں اپنے آدمیوں کی کال کا انتظار کر رہا ہوں جس نے مجھے کامیابی کی خبر سنائی ہے۔“ گرس نے استہزائیہ انداز میں تہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

اور گرس کی بات کا عمران پر بڑا عجیب و غریب رد عمل ہوا اس کے چہرے پر اطمینان و سکون کے آثار چھاتے چلے گئے۔ اور ایک بار پھر عمران کے چہرے پر حماقت کا نقاب چڑھ گیا۔ اسے دو اصل اطمینان ہو گیا تھا کہ حالات ابھی قابو سے باہر نہیں ہوئے۔ گرس سے نکلنے کا مسئلہ تھا جس نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ اب وہ مطمئن تھا کہ وہ پانچ پلٹے میں کامیاب ہو جائے گا۔

”ارے۔۔۔ اس مردہ ہاتھی کو تم نے پھر زندہ کر لیا۔ بہت خوب بڑا ڈھیٹ ہے یہ“ عمران نے مسکراتے ہوئے طنزیہ لہجے میں گاڑیلا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور ٹائیسگر بھی جوش میں آچکا تھا۔ اس نے یہ نظارہ دیکھا تو

”گاڑیلا۔۔۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گرے کو اٹھا کر دیوار سے دے مار دو۔“ عمران نے اچانک حکماً ہلچلے میں کہا۔  
 اور پھر گاڑیلا کسی مشین کی طرح مڑا اور دوسرے لمحے قریب موجود گرے اس کے ہاتھوں پر اٹھتا چلا گیا۔  
 اس سے پہلے کہ گرے اس کا پلٹ کے ردعمل پر سنبھلتا۔ گاڑیلا نے پوری طاقت سے گرے کو دیوار کی طرف اچھال دیا۔ اور گرے کسی فٹ بال کی طرح ایک دھماکے سے دیوار سے ٹکرا کر نیچے آگرا۔  
 بال میں موجود دیگر افراد یہ صورت حال دیکھ کر بت بنے کھڑے رہے اور اسی لمحے عمران نے پلٹ کر ٹائیگر کو مخصوص اشارہ کر دیا اور پھر عمران اور ٹائیگر دونوں نے بیک وقت اپنے قریب کھڑے مسلح آدمیوں کی سٹین گنوں پر ہاتھ ڈال دیے اور پلک بھپکنے میں سٹین گنیں ان کے ہاتھوں میں آچکی تھیں۔  
 اس سے پہلے کہ باقی مسلح آدمی کچھ سمجھتے یا کچھ کرتے۔ ٹائیگر اور عمران دونوں کی سٹین گنوں نے لگاتار شیلے اگلنے شروع کر دیے۔ اور پھر چند لمحوں بعد ہی میدان صاف ہو گیا۔ بال میں موجود پندرہ مسلح آدمی ایک ہی بارڈیں زمین بوس ہو گئے۔  
 ”گاڑیلا۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہو؟“ گرے نے اٹھ کر انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ مگر گاڑیلا خالی خالی نظروں سے کھڑا گرے کو دیکھ رہا تھا۔ ڈاکڑ کی آنکھیں بھی شدید تعجب سے چھٹ گئی تھیں۔ اس نے جو کچھ دیکھا تھا اس کا تصور تو وہ خواب میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔  
 ”اسکیپ کرے۔۔۔ یہ گاڑیلا تمہارا بی پالا ہوا ہے۔ اور

اب میں اس کے ہاتھوں تمہیں انجام تک پہنچاؤں گا۔ شکست خوردہ آدمی سے دوبارہ لڑنا علی عمران کی توہین ہے۔“ عمران نے سٹین گن کو ہاتھ میں تولتے ہوئے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔  
 ”یہ ناممکن ہے۔۔۔ یہ غلط ہے۔۔۔ گاڑیلا ہوش میں آؤ اور اس کے ٹیگرے اڑاؤ۔“ گرے نے غصے سے چیخے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کے منہ سے کٹ نکلنے لگ گیا تھا  
 ”گاڑیلا۔۔۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گرے کی کوئی بڑی سلامت نہیں رہنی چاہیے۔ آگے بڑھو اور میرے حکم کی تعمیل کرو عمران نے انتہائی حکماً لہجے میں گاڑیلا سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور گاڑیلا اس کا حکم ملتے ہی مشین کی طرے گرے کی طرف بڑھنے لگا۔  
 ”ٹک جاؤ گاڑیلا۔۔۔ ٹک جاؤ۔۔۔ ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔“ گرے نے چیخ کر کہا اور دوسرے لمحے اس نے پھرتی سے ریو اور جیب سے نکال لیا۔ مگر اسی لمحے عمران کی سٹین گن نے جھبٹ لگایا اور گرے کے ہاتھ سے ریو اور نکل کر دور جاگرا۔  
 ”یہ فاول ہے گرے۔۔۔ بہت کرو اور گاڑیلا سے مقابلہ کرو آخر میں نے بھی تو گاڑیلا سے خالی ہاتھ مقابلہ جیتا تھا۔ عمران نے بڑے طنزیہ انداز میں گرے سے کہا۔  
 اور پھر گرے غصے کی شدت سے اندھا ہو کر اچھلا اور اس نے گاڑیلا کے سینے پر نلنگ لگ مارنی چاہی۔ گاڑیلا نے جھپٹ کر اسے پکڑنا چاہا۔ اور پھر گرے کی ایک ٹانگ اس کے ہاتھ میں آگئی۔ دوسرے لمحے اس نے گرے کے جسم کو ہوا میں گردش دینی شروع کر دی اور پھر

اس نے ایک جھکے سے گرے کو ایک دیوار سے کھینچ مارا اور گرے کے منہ سے زوردار چیخ نکل گئی۔

اسی لمحے ٹرانسمیٹر میں سے سینٹی کی آواز بلند ہونے لگی۔ عمران تیزی سے ٹرانسمیٹر میں سے بڑھا۔ اسی لمحے گرے نے بھی ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھنا چاہا مگر گانڈیلانے راستے میں ہی اسے روک لیا اور وہ ایک بار پھر وحشیوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ ان کی لڑائی سے بول محسوس ہو رہا تھا جیسے دو وحشی ساڈا ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں۔ ادھر عمران نے بڑے اطمینان سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا اور ریسورکان سے لگا لیا۔

”ہیلو باس ————— موٹہ سپیکنگ ————— ہیلو ————— اور“

دوسری طرف سے ایک موڈ بانڈ آواز سنائی دی۔

اسکیپ گرے سپیکنگ ————— اور ”عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔ ظاہر ہے اس کا لہجہ اور انداز اسکیپ گرے سے جو ہوتا تھا۔

”باس ————— ابھی ابھی تومی اسبل نے وزیراعظم کو اپنے فیصلے سے مطلع کر دیا ہے۔ انہوں نے اکثریت کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ اب آپ حکم کریں ————— اور“ موٹہ نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

”موٹہ ————— بے فکر ہو کر وہیں رہو ————— میں نے وزیراعظم سے بات کر لی ہے۔ ان کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو گا۔ کسی قسم کی کادروائی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اینڈ آل“ عمران نے جواب دیا۔

اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

اسی لمحے ایک کڑک کی آواز ہال میں گونجی اور اس کے ساتھ ہی کرنالک بیٹنجی۔ عمران نے مڑ کر دیکھا تو گانڈیلانے گرے کو نیچے دبا رکھا تھا اور اس کے سینے پر اپنا ستون ٹکا کھٹا رکھے اس کے بازو کی ہڈی توڑ رہا تھا۔ ڈاکٹر ہال کے ایک کونے میں کھڑا مقرر تھر کا پ رہا تھا۔ اور ٹائیگر کی سین گن اس کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

عمران دھیرے سے مسکایا اور اس نے ٹرانسمیٹر پر ایک مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی۔ اور پھر بٹن دبا دیا۔ چند ہی لمحوں میں رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو ————— بلیک زیرو ————— میں عمران بول رہا ہوں۔ اور“

عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”عمران صاحب ————— آپ کہاں ہیں ————— یہاں وزیراعظم اور سرسلطان نے میرا ملاحظہ بند کر رکھا ہے۔ وہ گرے کے متعلق فوری طور پر جاننا چاہتے ہیں۔ اور“ بلیک زیرو نے پریشانی سے پوچھا۔

”بلیک زیرو ————— وزیراعظم اور سرسلطان کو ایک منٹ کی طعنے سے بیجا دے دو کہ وہ مطمئن ہو کر کام کریں۔ گرے شتر ہو چکا ہے اب انہیں کوئی بلیک میل نہیں کر سکے گا۔ اور“ عمران نے جواب دیا۔

”اچھا ————— مگر یہ سب کچھ ہوا کیسے ————— آپ کب مل غائب ہو گئے تھے۔ اور“ بلیک زیرو نے کہا۔

”تفصیلات کا موقع نہیں ہے۔ ————— تم وزیراعظم اور سرسلطان کو پیغام دینے کے بعد اپنے ساتھیوں سمیت فیشن کالونی کی نیلے رنگ کی کھٹی پرید کر دو۔ میں وہیں موجود ہوں۔ اور اینڈ آل“ عمران نے کہا۔

اور پھر ٹائیسیر کا بیٹن آف کر کے اطمینان سے گاڑ ڈیلا اور گرے کی طرف مڑ گیا۔

اس نے دیکھا کہ گاڑ ڈیلانے گرے کے دونوں ہاتھوں اور ٹانگوں کی بڑیاں توڑ دی تھیں اور اب گرے کے سینے پر اپنے بجاری بھر کم کئے برسا رہا تھا۔ گرے بے ہوش ہونے کے قریب تھا۔

عمران بڑے اطمینان سے میرے کنارے سے لگ کر یہ تماشا دیکھنے لگا۔ اور پھر عمران نے دیکھا کہ گرے کی مدد ہوئی ہوئی آنکھوں میں یکدم ایک چمک سی ابھری اور دوسرے لمحے اس نے سراٹھا کر پوری قوت سے گاڑ ڈیلا کے ایک ہاتھ پر جس سے اس نے اس کی گون پکڑ رکھی تھی اپنے دانت جما دیئے۔ گاڑ ڈیلا نے ایک جھٹکا مے کر اس کے دانتوں سے اپنا ہاتھ پھیر لیا۔ مگر گرے کی آنکھوں میں عجیب سا اطمینان ابھرا آیا تھا۔

دوسرا لمحہ عمران کے لئے بھی حیرت انگیز ثابت ہوا۔ جب اس نے دیوہیل گاڑ ڈیلا کو اچانک زرد پڑتے دیکھا اور پھر چند سیکنڈ میں گاڑ ڈیلا پہلو کے بل نیچے لڑھک گیا۔ اس کا پورا جسم تیزی سے زرد پڑتا جا رہا تھا۔ اور زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ کے بعد گاڑ ڈیلا کے منہ سے زرد رنگ کا مادہ بہہ نکلا۔ اور پھر اس نے تڑپ کر اپنا سر ایک طرف ڈال دیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔

”زہر“ — عمران گرے کی طرف دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔ وہ سمجھ گیا کہ گرے زہر کھانے کا عادی ہے اور گرے اس حد تک زہر لے ہو چکا ہے کہ اب زہر پیٹے سے زہر ملا سانپ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس نے اپنی ٹینک گن سیدھی کی اور دوسرے لمحے گرے پر گولیوں کی

بارش ہو گئی۔ چند لمحوں بعد گرے کا جسم گولیوں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ اس کے زخموں سے خون کی بجائے زرد رنگ کا مادہ باہر نکل رہا تھا۔ اور ٹائیسیر آنکھیں پھاڑے حیرت سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔

عمران کی ٹینک گن نے رُخ بدلا اور پھر ڈاکٹر کے ملحق سے بھی چیخ نکلی کہ وہ بھی گولیوں کی بارش میں الٹ کر نیچے گرا۔ اور اس غریب کو تڑپنے کی بہت بھی نہ ملی۔

”عمران صاحب — کیا گاڑ ڈیلا پر آپ نے پناہ مڑ کیا تھا؟“  
ٹائیسیر جو بنانے کب سے یہ سوال پوچھنے کے لئے بے قرار تھا۔ اس لئے اس نے فوراً ہی سوال چڑ دیا۔

”ہاں ٹائیسیر — اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں لڑائی جھڑائی میں اپنا وقت ضائع کر دوں گا۔ گاڑ ڈیلا کا اعصابی نظام پہلے ہی میرے ہاتھوں کوئی متاثر ہو چکا تھا۔ اس لئے اس بار بڑی آسانی سے ٹرائس میں آ گیا۔“

”اور یہ گرے — اور زرمادہ“ ٹائیسیر نے مزید پوچھا۔  
”گرے زہر کھانے کا عادی تھا۔ اس حد تک کہ وہ خود مجسم زہر بن چکا تھا۔“ عمران نے جواب دیا۔ اور پھر وہ گرے کی سر پر اطمینان سے ہینڈ کر بلک زبرد اور اس کے ماسٹیول کا انتظار کرنے لگا۔ اسے اطمینان تھا کہ آخر کار اس نے ملک کو ایک بھیانک ترین خطرے سے بچا لیا۔

ختم شد